مجددِ اسلام

شاہ ولی اللہؒ

اور

ان کا نسبی اور فکری خاندان

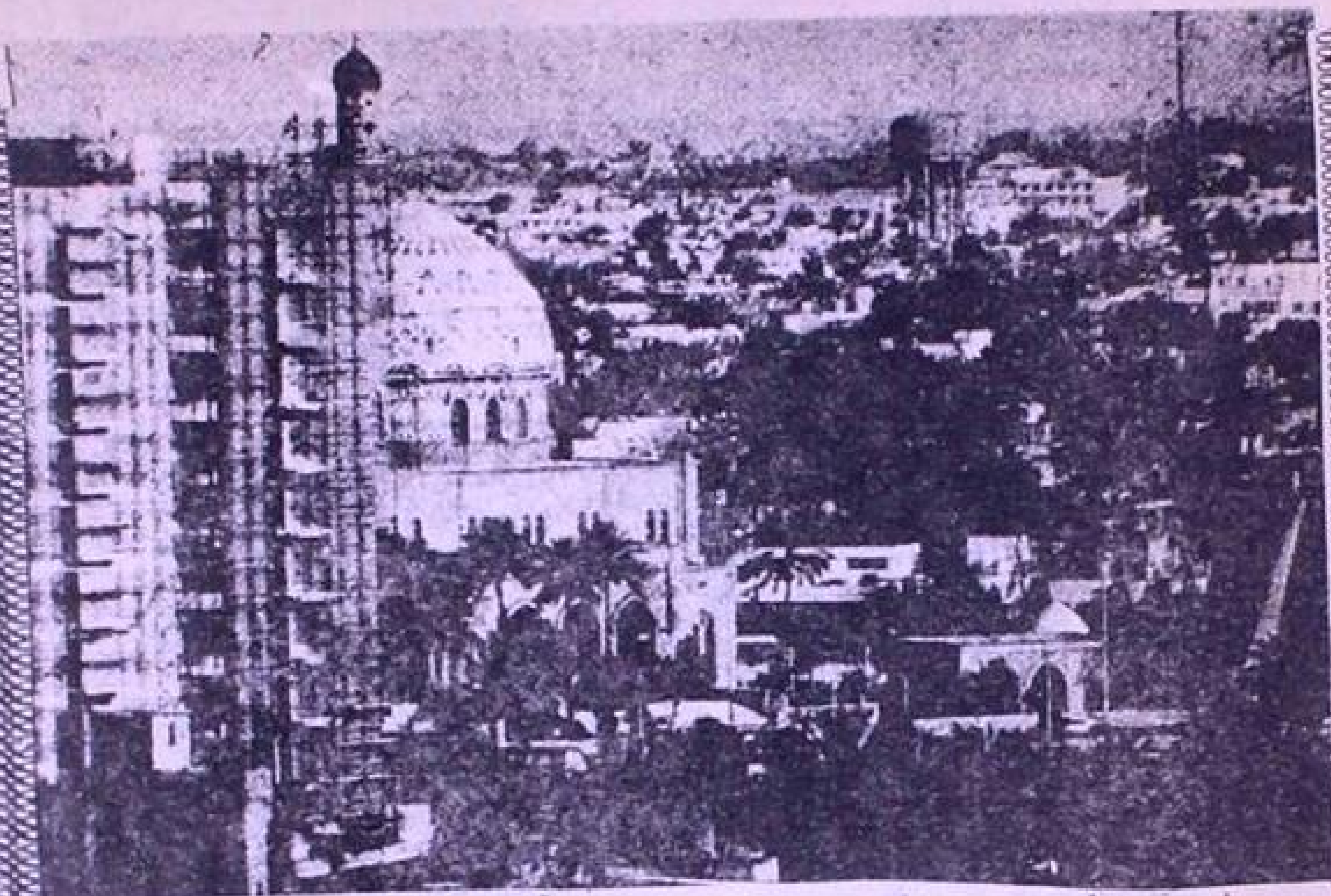
حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی
مہتمم جامعہ رحیمیہ

شائع کردہ

[illegible]

متولی درگاہ حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی مہندیان میر درد روڈ نئی دہلی ۲

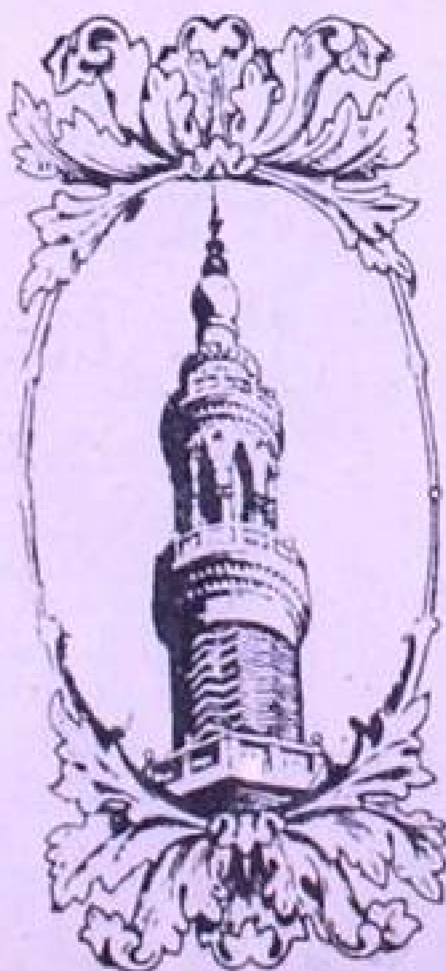
نازیہ پرنٹرس ۲۱۷۲ رود گران لال کنواں دہلی ۶



حیات آوارۂ دیر و حرم رہتی ہے صدیوں تک ! تو بزم عشق میں ہوتا ہے اک صاحب نظر پیدا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

فہرست مضامین



سلام اے مشہد بالاکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام آخری اور ابدی مذہب ہے

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ (الضحیٰ ۴)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا بعد کا دور پچھلے دور سے بہتر رہے گا۔

خداوند عالم نے اس آیت پاک میں اپنے نبی محترمؐ کو مخاطب کر کے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے بہتر مستقبل کی ضمانت دی ہے، اور یہ اعلان فرمایا ہے کہ نبی آخر الزماںؐ کی عظمت اور آپؐ کا لایا ہوا دینِ برحق ہمیشہ تابندہ اور پائندہ رہے گا اور ہر آنے والا دَور گذرے ہوئے دور سے بہتر اور شاندار ثابت ہو گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ وعدۂ ربانی پورا ہوا اور پورا ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔

ساتویں صدی ہجری (۱۲۵۸ء) میں مشہور مغل چنگیز خاں نے اسلامی ممالک پر زبردست حملہ کیا۔ اور مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر تاتاری فوج مشرق سے نکل کر تمام ایشیائی اسلامی ممالک پر مشرقی یورپ تک چھا گئی اور بغداد، دمشق، شام اور عراق وغیرہ تمام علاقوں پر قابض ہو گئی۔ لیکن اسلامی ممالک کے تباہ ہونے کے بعد خدائے ذوالجلال کی غیرت کبریائی جوش میں آئی اور اس نے مختلف مسلمان خاندانوں اور بہادر مسلم قوموں کو اسلامی حمیت کا جوش دلا کر کھڑا کر دیا۔

افریقہ کے اغالبہ نے زیادۃ اللہ اغلبی کی قیادت میں بحرِ روم کے مشہور جزیرہ سائپرس (قبرص) کو فتح کیا۔ بہادر سلجوقیوں نے ایشیائے کوچک کی عیسائی حکومت کو شکست

دے کر اس پر قبضہ جمالیا ایوبی خاندان کے بہادروں نے بیت المقدس اور شام سے عیسائی صلیبی طاقت کو بے دخل کیا۔

غزنوی اور غوری خاندانوں نے ہندوستان میں پرچم توحید لہرایا، پھر خلافت عباسیہ بغداد میں بے جان ہو کر سرزمینِ مصر میں زندہ ہوئی اور ایک غلام خاندان (ممالیکِ بحریہ) کے بہادر سپوتوں نے تاتاریوں کے خوفناک فتنہ کی سرکوبی کرنے میں غیر معمولی بلکہ غیبی حوصلہ اور جسارت کا ثبوت دیا اور ڈھائی سال تک مرکزِ اسلام کے مغربی دروازہ کی پاسبانی کرتے رہے۔

(اسلام کا عروج و زوال صفحہ ۱۲)

علمائے حق کی ہندوستان میں آمد

اسی پر آشوب دور میں مسلم ممالک کی ابتری اور تاتاری فتنہ کے غلبہ سے تنگ آکر بڑے بڑے روحانی مشائخ اور علماء نے ہندوستان کی طرف رخ کیا اور یہ قدرت کی مصلحت تھی .... وہ زمین سچائی کی پیاس سے تڑپ رہی تھی جس کی خوشبو سے رحمۃ للعالمین ﷺ کا دماغ معطر ہو گیا تھا اور آپ نے ہندوستان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا، مجھے اس طرف سے خوشبو آرہی ہے۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

(اقبالؒ)

اسی دور (ساتویں، آٹھویں صدی ہجری میں) سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خاندانِ فاروقی کے چند چشم و چراغ ہندوستان آئے۔ یہ شاہ ولی اللہؒ کا فاروقی خاندان ہے۔ آپ کے اجداد میں سب سے پہلے شیخ شمس الدین ہندوستان آئے، یہ صاحبِ علم و فضل تھے۔

ہندوستان کی مسلم حکومت نے انہیں قضا کا عہدہ عطا کیا۔ کئی پشتوں کے بعد شیخ محمود نے علم و تصوّف کے ساتھ سپہ گری کا فن بھی اختیار کر لیا۔ شاہ ولی اللہ رح کے دادا شیخ وجیہہ الدین رح نے راہِ حق میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کے ہونہار صاحبزادے شاہ عبد الرحیم رح نے اپنے خاندان کا رُخ پھر خالص علم و فضل کی طرف پھیر دیا۔ قدرت کی مصلحت یہی تھی۔ اب اس خاندان کو وہ کام کرنا تھا جس کیلئے قدرت اسے ہندوستان میں لائی تھی، اور صدیوں سے اس خاندان کی پرورش، مجاہدانہ عزائم و اعمال اور رُوحانی اور علمی فضل و کمال کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف سے کی جاتی رہی تھی۔

گیارھویں صدی کے مُجدّد

گیارھویں صدی ہجری میں عہدِ اکبری کے فتنوں کا مقابلہ جن تین بزرگوں نے کیا ان میں حضرت خواجہ باقی باللہ رح افغانستان سے ہندوستان تشریف لائے اور آپ کی توجہ نے شاہ عبد الحق صاحب رح محدّث دہلوی بخاری کو حجاز سے اپنی طرف کھینچا اور حضرت امام ربانی مجدّد رح الفِ ثانی کو سرہند سے بلا کر بیعت کیا۔ اور اس طرح ایک شیخ اور دو ان کے مرید مجددانہ اور مصلحانہ جد و جہد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور اس دور کے فتنہ کی سر کوبی کا شرف حاصل کیا۔

بارھویں صدی کے مجدّد

اور بارھویں صدی ہجری کا یہ مجدّد گروہ ایک ہی جلیل القدر باپ کی اولاد تھا۔ شاہ ولی اللہ رح اس جماعت کے امام بھی تھے اور باپ بھی۔

عالمگیر کے بعد ہندوستان کی مسلمان مُغل سلطنت پر زوال آنا شروع ہو گیا، پھر عالمگیر کی نااہل اولاد اپنے اجداد کی سیاسی عظمت کو قائم نہ رکھ سکی۔

سیاسی زوال کے بعد قوموں پر تہذیبی زوال بھی آتا ہے، شاہ ولی اللہ رح عالمگیر کے وصال کے چار سال بعد پیدا ہوئے، آپ نے علم و فضل کی منزلیں جلدی طے کر کے اصلاحی کام شروع کر دیا۔ آپ نے بھرپور کوشش کی کہ مسلم حکومت زوال سے محفوظ

ہو جائے لیکن مغل خاندان پر زوال کا آنا لازم ہو چکا تھا، ان کی بداعمالیوں اور بداندیشیوں نے انہیں کنارے لگا دیا تھا۔ اب ضرورت تھی کہ مسلم قوم کو دینی اور تہذیبی زوال سے بچایا جائے، چنانچہ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے لائق ترین صاحبزادوں نے ہمہ جہتی کوشش شروع کردی اور یہ تاریخ کا عجوبہ ہے یا اسلام کی کرامت کہ مسلم سلطنت پر زوال آگیا مگر انگریز جیسی مدبر فاتح قوم مسلم تہذیب و ثقافت کو برباد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی اور یہ کارنامہ ہے شاہ ولی اللہؒ اور ان کی جماعت کا۔

شیخ وجیہ الدین شہید

شیخ وجیہ الدین شہید شاہ عبدالرحیم صاحب کے والد ہیں ان کی شادی شیخ رفیع الدین کی صاحبزادی سے ہوئی آپ اثنائے سفر برہان پور کے قصبہ ہنڈیا کی سرائے نوبزیا میں ڈاکوؤں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے شاہ عبدالرحیم صاحب نے آپ کی نعش کو وہاں سے منتقل کرنا چاہا مگر الہامی اشارہ نے آپ کو روک دیا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے تین لڑکے تھے، شیخ ابوالرضا، شیخ عبدالحکیم شیخ عبدالرحیم۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد شیخ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ اپنے چچا شیخ ابوالرضا کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں اور انہیں بڑے پایہ کا عالم اور بزرگ تسلیم کیا ہے۔

ان کے مزار کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا، ۔ شیخ عبدالحکیم کی زندگی بھی نامعلوم ہے۔

شاہ عبدالرحیم صاحب

شاہ عبدالرحیمؒ (والد شاہ ولی اللہؒ) اپنے عہد کے ممتاز عالم، محدث، مفسر اور روحانی شیخ تھے، فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب میں شاہ صاحب کا بھی حصہ تھا۔ عالمگیر آپ کی بہت قدر کرتا تھا لیکن آپ کے زہد اور استغنار کا یہ حال تھا کہ دوسرے درباری علماء کی طرح آپ شہنشاہ سے بھی ملنے نہیں جاتے تھے۔ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ے نہیں مذکور شاہوں کا میاں کچھ اپنی محفل میں
اگر کچھ ذکر بھی آیا تو ابراہیم ابن ادہمؒ کا

شاہ عبدالرحیمؒ ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں بعمر ۷۷ سال بروز چہارشنبہ ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ آپ نے دو صاحبزادے چھوڑے، شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اہل اللہؒ

شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی اولاد

شاہ عبدالرحیم صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا صلاح الدین پیدا ہوا مگر وہ جوانی میں فوت ہوگیا دوسری بیوی شیخ محمد پھلتی کی صاحبزادی تھیں، ان کے بطن سے شاہ اہل اللہ اور شاہ ولی اللہؒ دو لڑکے پیدا ہوئے۔

شاہ اہل اللہؒ

کے متعلق اتنا ہی معلوم ہے کہ آپ اپنی ننھیال پھلت میں آرام فرما ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے بھائی شاہ اہل اللہ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور انفاس العارفین ان کے تذکرہ سے خالی ہے اور اس خاندان کے حالات جاننے کے لئے وہی ایک مستند ماخذ ہے۔

البتہ انفاسِ رحیمیہ کے نام سے آپ نے اپنے والد کے مکتوبات جمع کئے ہیں اور اس کا مقدمہ تحریر فرمایا ہے اس مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسلامی اخلاقیات اور خاندانی ورثہ (تصوف و روحانیت) کے مالک تھے۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ

شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی عُمر ساٹھ سال تھی جب آپ کے ہاں یہ مُبارک فرزند پیدا ہوا۔ شاہ صاحب کی والدہ شیخ محمد پھلتی کی صاحبزادی فخر النساء ہیں جو شرعی علوم اور آدابِ طریقت اور اسرارِ حقیقت سے آراستہ و پیراستہ تھیں اور اسم بامُسمیٰ، عورتوں کے طبقہ میں قابلِ فخر مقام رکھتی تھیں۔

شاہ صاحب کی تاریخ ولادت بدھ ۴، شوال ۱۱۱۴ھ بوقت طلوع آفتاب ہے آپ کی

پیدائش اپنی ننھیال قصبہ پھلت (ضلع مظفر نگر) کی ہے، آپ کی تاریخ عظیم الدین سے نکلتی ہے، شاہ صاحب باپ کی طرف سے فاروقی اور ماں کی طرف سے سید تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی روحانی بشارت یہ تھی کہ آپ کا نام قطب الدین احمد رکھا جائے، شاہ عبدالرحیم صاحب کے ذہن سے یہ نکل گئی اور انہوں نے آپ کا نام ولی اللہ رکھا۔ پھر بعد میں خیال آیا تو حضرت بختیار کاکی کے نام پر قطب الدین احمد رکھا۔

شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں اپنا نام احمد المدعو بولی اللہ ابن عبدالرحیم تحریر فرمایا ہے — گویا دونوں ناموں کو جمع کیا ہے۔

۵ سال کی عمر میں آپ مکتب میں داخل ہوئے، سات سال کی عُمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا، پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم دین حاصل کر کے فراغت حاصل کی۔

آپ کے والد نے اپنے ہونہار بیٹے کی فراغت و تکمیل کی خوشی میں دعوت کا انتظام کیا

شاہ عبدالرحیم صاحب نے رائج درس نظامی سے نہایت بالغ نظری کے ساتھ انتخاب کرکے اپنے ہونہار بیٹے کو علوم نقلی و عقلی اور طریقت کے آداب کی تعلیم دی اور اپنے درس قرآن میں شریک کر کے قرآن کریم کے گہرے مطالب سے آگاہ کیا۔

شاہ صاحب نے درسِ نظامی کی جو کتابیں پڑھیں ان میں ادبِ عربی کی کوئی کتاب شامل نہیں، حالانکہ آپ کی عربی کتابیں اس پر شہادت دیتی ہیں کہ آپ عربی تحریر و انشاء پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے۔

مولانا علی میاں ندوی کے خیال میں شاہ صاحب نے عربی نظم و نثر کی اہم کتابوں کا خود ہی مطالعہ کر کے اپنے اندر بہترین عربی انشاء کی صلاحیت پیدا کی۔

شاہ صاحب نے اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں ۱۲ سال تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور اس دور میں آپ کو علوم دینی میں غور و خوض کا پورا پورا موقعہ ملا —— شاہ عبدالرحیم صاحب نے اپنے صاحبزادے کو اخلاق و تہذیب کی اعلیٰ تعلیم و تربیت سے بھی آراستہ کیا، آپ اپنے صاحبزادے کو اکثر شیخ سعدی شیرازی کا یہ شعر سنایا کرتے تھے ؎

آسائشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

زندگی کی راحت دو باتوں میں پوشیدہ ہے، ایک یہ کہ دوستوں کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کیا جائے اور دشمنوں کے ساتھ خاطر و مدارات کا سلوک اختیار کیا جائے۔

چودہ سال کی عمر میں شاہ صاحب نے اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی اور نقشبندی اعمال و اوراد میں خاص طور پر مشغول ہوئے۔

شاہ صاحب کی عمر ۱۷ سال کی تھی کہ آپ کے والد خدا کو پیارے ہو گئے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں شاہ ولی اللہ کی شادی بعمر ۱۴ سال ان کے ماموں عبید اللہ صدیقی پھلتی کی صاحبزادی سے کرادی۔

یہ آپ کی پہلی اہلیہ تھیں، ان کے بطن سے آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد تولد ہوئے، شیخ محمد کو شاہ صاحب نے تعلیم دی، شاہ صاحب کے بعد شیخ محمد نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبد العزیز صاحب سے شمائل ترمذی کا درس لیا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد شیخ محمد قصبہ بڑھانہ منتقل ہو گئے اور تمام عمر وہیں گذاری اور ۱۲۰۸ھ میں وفات پائی اور قصبہ کی جامع مسجد کے صحن میں آسودہ رحمت ہوئے، شیخ محمد صاحب لاولد تھے، بعض کتابوں میں دو لڑکوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ان کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ جب وفات پا گئیں تو آپ نے سید ثناء اللہ پانی پتی کی صاحبزادی ارادت بی بی سے عقد کیا، انہی اہلیہ سے آپ کے چاروں جلیل المرتبہ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز ـــــ

یہ پانچ بچے پیدا ہوئے ـــــ امۃ العزیز کا عقد مولانا محمد فائق ابن مولانا محمد عاشق پھلتی کے ساتھ ہوا، وہ صاحب اولاد تھیں، ان کا سلسلہ نسب جاری رہا۔

خدا تعالے کو منظور یہ تھا کہ شاہ ولی اللہ کے جانشین صاحبزادے باپ کی طرف سے فاروقی اور ماں کی طرف سے سید ہوں، جیسا کہ خود شاہ ولی اللہ کو ان دونوں نسبی

سلسلوں کے ساتھ تعلق کا شرف حاصل تھا۔

شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ صدیقی النسب تھیں ۔ ان کے بطن سے شیخ محمد صاحب پیدا ہوئے اور دوسری اہلیہ سیدہ تھیں جن کا سلسلہ نسب امام ناصرالدین شہید سے ملتا ہے جو اہل کفر سے لڑتے ہوئے شہادت فی سبیل اللہ سے ہم کنار ہوئے۔ سونی پت میں آپ کا مزار واقع ہے، شہادت کا سن نامعلوم ہے۔

سفرِ حج

شاہ ولی اللہؒ نے بیس سال کی عمر میں حج بیت اللہ کا سفر کیا۔ مگر ساحلِ سورت پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ حجاج کے جہاز روانہ ہو چکے ہیں، پھر آپ شہر کھمبات میں چند روز قیام کر کے دلی واپس آگئے۔

دس سال مزید اشاعتِ قرآن و حدیث کر کے جب آپ کی عمر شریف تیس سال کی ہوئی جو پختگی اور رسوخ کا زمانہ ہے تب آپ نے پھر ارادۂ حج کیا اور حرمین کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

حرمین کے قیام میں آپ نے مصلّی حنفی کے پاس درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا جس میں طلبہ حدیث بڑے ذوق و شوق کے ساتھ بکثرت شریک درس ہونے لگے۔

آپ نے درسِ حدیث کے ساتھ علمارِ حرمین سے حدیث شریف کی روایت کی۔ شیخ ابو طاہر مدنی نے آپ کو خرقۂ طریقت پہنایا۔

دو مرتبہ حج بیت اللہ اور روضۂ نبوی پر حاضری کی سعادت اور دربارِ الوہیت اور بارگاہِ نبوت سے فیوض و برکات حاصل کر کے ۱۱۴۵ھ کو آپ اپنے مالوف وطن دلی واپس آگئے۔

شاہ صاحب نے اپنے اساتذۂ حرمین میں شیخ ابو طاہر کردی مدنی کی بہت تعریف کی ہے، شیخ ابو طاہر بڑی جامع شخصیت کے مالک تھے۔ شیخ کے تذکرہ نگاروں نے انہیں سلفی العقیدہ لکھا ہے، وہ علامہ ابن تیمیہ کی تائید کے ساتھ صوفیار کرام سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔

شاہ صاحب کے افکار میں فقہ و تصوّف کے مسائل میں جو اعتدال اور تطبیق کا

جو ہر ملتا ہے وہ شیخ ہی کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا، اگرچہ فقہی مذاہب میں تطبیق کا رجحان شاہ صاحب کو اپنے والد سے بھی ورثہ میں ملا تھا، مگر اس میلان میں پختگی شیخ ہی کے اثر کا نتیجہ تھی،

شاہ صاحب کو دربارِ نبوت سے جو بشارت ملی وہ فیوض الحرمین میں آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے

خدا تعالےٰ کا ارادہ ہو چکا ہے کہ تمہارے
ذریعہ امت مرحومہ کی ایک خاص شیرازہ
بندی اور اس میں اجتماعیت پیدا ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روحانی ہدایت شاہ صاحب کی رہنما رہی اور آپ نے حرمین میں بیٹھ کر علوم اسلامی کی اشاعت کے بجائے ہندوستان کو اپنی دینی اور اصلاحی جدوجہد کا مرکز بنایا۔

شاہ صاحب کا مشن

شاہ صاحب نے اپنے مشن کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

" خاکسار پر اللہ تعالےٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے مجھے خلعت فاتحیۃ (تجدید دین کے منصب) سے نوازا اور اس آخری دور کا آغاز میرے ہاتھوں سے کرایا اور مجھے اس طرف رہنمائی کی گئی کہ فقہ میں سے پسندیدہ مسالک کو یکجا کر کے فقہِ حدیث کی نئے سرے سے بنیاد رکھوں —— اور مجھے کمالاتِ اربعہ اِبداع، خلق، تدبیر اور ترقی جو اس کائنات کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور انسانی نفوس کی استعداد اور ان کے کمال اور انجام کو جاننے کا علم عطا کیا گیا ہے اور یہ دونوں علوم اس قدر اہم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے (موجودہ دور میں) کوئی انسان ان کی گرد تک نہیں پہنچا۔"

اس دور میں وہ حکمت عملی (شرعی تدبیر) جس کے ذریعہ اُمت کی اصلاح کی جاسکتی ہے مجھے پوری طرح ودیعت کی گئی ہے۔

اگر میرا ہر بال زبان بن جائے تو بھی میں کما حقہٗ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا
فالحمد للہ علی ذالک

(انفاس العارفین ص ۲۰۷)

یہ شاہ صاحب کی اہم تاریخی اور سوانحی کتاب کے آخری فقرے ہیں جن میں شاہ صاحب نے اپنے آپ کو کتاب کے سابقہ تصورات سے ممتاز کر کے اپنے مخصوص مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا ہے۔

انفاس العارفین میں شاہ صاحب نے اپنے والد محترم، عم محترم اور دوسرے اکابر و اساتذہ کے روحانی کوائف کو تصوّف کی مروجہ اصطلاحوں میں بیان کیا ہے
اس مروجہ پیرایۂ بیان سے قارئین کو شاہ صاحب کے بارے میں یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ شاہ صاحب بھی عام صوفیاءِ زمانہ کی صف میں کھڑے ہیں اس لئے شاہ صاحب نے کتاب کو اپنے اس امتیازی مقام کے اظہار کے ساتھ ختم کیا۔

کارِ تجدید کا آغاز

شاہ صاحب نے حجِ بیت اللہ سے واپس آکر اپنے اصلاحی مِشن کا آغاز کیا ـــــ اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ نے فتح الرحمٰن کے نام سے قرآنِ کریم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور مختصر تفسیری حواشی لکھے۔

سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کا ترجمہ سفر حجاز سے پہلے ہو چکا تھا۔ اور اس اہم تجدیدی کام کی تکمیل واپس آکر فرمائی۔

ترجمہ کا آغاز ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۵۰ھ کو ہوا اور تکمیل کا سن ۱۱۵۱ھ ہے۔

قرآن کریم امت کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کا واحد موثر ترین نسخہ ہے اسی کتابِ ہدایت سے دور ہو کر امت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب سے پہلے امت کے اندر یہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا تھا کہ قرآنِ کریم خدا کا کلام ہے اسے کون سمجھ سکتا ہے اور کون اس کی حقیقت کو پا سکتا ہے؟ ـــــ شاہ صاحب نے اس خیال کی تردید میں سب سے پہلا کام یہی کیا کہ عام امت کو کلام الٰہی سے قرب

کردیا کہ وہ اس پر غور و فکر کر کے اسلام کا صراط مستقیم پا سکے۔

شاہ صاحب کے صاحبزادے ترجمانِ قرآن شاہ عبد القادر صاحب اپنے اردو ترجمہ موضحِ قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"بتانے والے بہتیرا بتائیں جیسا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ بتایا ہے ویسا کوئی نہیں بتا سکتا اور جیسا اثر اور راہ پانا خدا کے کلام میں ہے کسی کے کلام میں نہیں۔"

شاہ صاحب نے اصلاحِ امت اور تجدیدِ علوم اسلامی کے سلسلہ میں تفسیر، حدیث اور فقہ و تاریخ کی اہم ترین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

شاہ صاحب کی وفات

چودھویں صدی کے اس مجدد اور مصلح نے حج بیت اللہ کے بعد ۳۱ سال تک تقریر اور تحریر، درس و موعظت کے ذریعہ اصلاحِ امت کا کارِ عظیم انجام دے کر ۲۹ر محرم الحرام بروز شنبہ بوقت ظہر ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ر اگست ۱۷۶۲ء کو دار فانی سے دار بقار کی طرف رحلت فرمائی۔

آپ کی عمر شریف (۶۱) سال (۴) ماہ کی ہوئی، وفات کی تاریخ — امامِ اعظم دین — ہے — دوسری تاریخ — ہائے وَلی روزگار رفت — ہے۔

اس طرح یہ آفتاب اسلام (۴۷) سال تک امت پر نور افشانی کر کے غروب ہو گیا۔

شاہ صاحب کی امتیازی خصوصیات اخلاق و عادات

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ملفوظات میں اپنے والد کے اخلاق و عادات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

میں نے اپنے والد ماجد جیسا قوی حافظہ والا انسان نہیں دیکھا، سننے کا تو انکار نہیں کر سکتا لیکن مشاہدہ میں نہیں آیا، علمی اور روحانی کمالات کے علاوہ

پابندی اوقات میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، اشراق کے بعد جو نشست رکھتے تو دوپہر تک نہ زانو بدلتے، نہ کھجاتے، نہ تھوکتے، ہر فن میں آپ نے ایک آدمی کو تیار کر دیا تھا، اس فن کے طالب کو اسی کے حوالے فرما دیتے اور خود حقائق اور معارف بیان کرنے اور انہیں مرتب اور مدوّن کرنے میں مصروف رہتے جس بات کا کشف ہوتا اسے نوٹ کر لیتے، بیمار بہت کم ہوتے، دادا صاحب اور چچا صاحب لوگوں کا علاج کرتے، کیونکہ وہ طبیب بھی تھے والد صاحب طب کی کتابوں کا مطالعہ کرتے لیکن علاج معالجہ سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے، طبیعت میں بچپن ہی سے نظافت اور پاکیزگی تھی۔ صوفیانہ اشعار بہت کم پڑھتے۔

(ملفوظات ص ۱۱)



امام شاہ ولی اللہ کے مشن کا خلاصہ

جہاد بالقرآن، اشاعتِ سنت، ردِّ بدعت، اصلاحِ عقائد و معاشرت حقیقی اسلامی تصوف کا تعارف اور اخلاقی تربیت کا مسنون طریقہ کار، فقہی اور اجتہادی اختلافات میں اعتدال کی تلقین، شریعت اسلامیہ کا بطور ایک مکمل نظام حیات کے عقلی اور استدلالی تعارف، اسلامی اجتماعیت اور خلافت کی تشریح، اس وقت کی مسلم حکومت کو اخلاقی زوال اور سیاسی انتشار سے بچانے کی منظم جدوجہد، ولی اللہی تحریک اصلاح و تجدید کو چلانے اور عملی طور پر اسے نافذ کرنے والی جماعت کی تربیت۔

یہ ہے بارھویں صدی کے مجدّد کا تجدیدی منصوبہ جسے وہ بروئے کار لائے اور ان کے بعد ان کے جانشینوں نے اسے بڑی حد تک کامیابی کی منزل تک پہنچایا۔

شاہ ولی اللہؒ کی تصنیفات

حضرت امام شاہ ولی اللہؒ نے ہر موضوع پر بڑی چھوٹی جو اہم کتابیں تصنیف فرمائیں، وہ

حسبِ ذیل ہیں:

(۱) فتح الرحمٰن، فارسی ترجمہ قرآن اور مختصر حواشی (۲) فتح الخبیر مع الفوز الکبیر، تفسیر و تشریح قرآن کریم (۳) زہراوین، سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران کی تفسیر (۴) المسوّٰی من احادیث الموطا، موطا امام مالک کی شرح عربی (۵) مُصفّٰی موطا کی فارسی شرح (۶) النوادر من احادیث الاوائل والاواخر عربی، مسلسلات کے ساتھ طبع ہوا (۷) ھوامع شرح حزب البحر فارسی (۸) ھَمعات، فارسی تصوّف میں (۹) اَنفاس العارفین فارسی جس میں شاہ صاحب نے اپنے خاندان اور اپنے اساتذہ کے حالات قلم بند کئے ہیں، یہ کتاب پانچ رسالوں پر مشتمل ہے (۱۰) المکتوبُ المدنی تصوّف وحدۃُ الوجود پر (۱۱) المقدمہ فی قوانین الترجمہ فارسی، فتح الرحمٰن کے شروع میں بھی لگا دیا گیا ہے (۱۲) المقدمۃ السنیۃ فی انتصار للفرقۃ السُنیۃ، عربی، مجدّد صاحب کے رسالہ ردِّ روافض کا ترجمہ، (۱۳) المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ فارسی، شاہ صاحب کا وصیت نامہ، (۱۴) لَمعات فارسی تصوّف (۱۵) کشف الغین عن شرح الرباعیتن فارسی، خواجہ باقی باللہ کی رباعیات کی شرح (۱۶) القول الجمیل عربی، تصوّف (۱۷) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فارسی (۱۸) فیوض الحرمین عربی، حرمین شریفین کے روحانی مکاشفات (۱۹) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامی عربی۔ (۲۰) فتح الودود لمعرفۃ الجنود، عربی تصوف اخلاق (۲۱) عقد الجید فی احکام التقلید عربی (۲۲) شفاء القلوب، فارسی تصوف (۲۳) شرح تراجم بخاری شریف (۲۴) سرور المحزون فارسی تاریخ پر (۲۵) سَطعات فارسی تصوف و فلسفہ (۲۶) رسالہ دانش مندی فارسی اصول تعلیم پر (۲۷) رسالہ خواجہ خورد کے جواب میں (۲۸) دیوان اشعار عربی جسے آپ کے صاحبزادوں نے مرتب کیا (۲۹) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامی عربی، روحانی بشارتیں (۳۰) الخیر الکثیر عربی علم کلام (۳۱) حسن العقیدہ اسلامی عقائد پر (۳۲) حجۃ اللہ البالغہ عربی، نظام شریعت کی عقلی ترجمانی و تشریح۔ (۳۳) التفہیمات الٰہیہ عربی و فارسی، مختلف مسائل پر تبصرہ۔ (۳۴) تاویل الاحادیث

عربی، قصص انبیاء پر (۳۵) البدور البازغہ عربی، دینی حکمت و فلسفہ پر (۳۶) الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف عربی، فقہی اختلاف میں اعتدال پر (۳۷) الطاف القدس فارسی تصوف میں (۳۸) اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم عربی، حضورؐ کی تعریف میں قصائد، (۳۹) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فارسی تاریخ (۴۰) الاربعین عربی، ــــ شاہ صاحب کی تصنیفات کی تعداد میں اختلاف ملتا ہے، سید محمد نعمان شاگرد شاہ صاحب کے خط میں (۹۰) کی تعداد لکھی ہے اور مولانا علی میاں صاحب نے (۵۳) کی تعداد لکھی ہے، لیکن یہ اختلاف اس لئے ہے کہ شاہ صاحب کے مختلف رسائل الگ الگ بھی چھپے ہیں اور کئی کئی رسالے ساتھ بھی چھپے ہیں۔

شاہ صاحب کے جانشین

وہ اکابر علم وجہاد جنھوں نے اپنے اپنے مخصوص ذوق اور مخصوص رجحان کے مطابق ولی اللّٰہی تحریکِ تجدید و اصلاح کو آگے بڑھایا وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، ۲۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ، ۳۔ شاہ عبدالقادرؒ،
۳۔ شاہ محمد اسماعیل صاحبؒ شہید، ۴۔ سید احمد صاحب بریلوی۔

ان حضرات کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ

آپ شاہ ولی اللہؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں ــــ شاہ محمدؐ کے بعد آپ کے جانشین ہیں، آپ نے شاہ صاحب سے علم حاصل کیا اور شاہ صاحب کی وفات کے بعد شاہ صاحب کے جلیل المرتبہ شاگردوں شاہ محمد عاشق پھلتی شیخ نوراللہ بڑھانوی اور شیخ محمد امین کشمیری سے علوم اسلامی کی تکمیل کی۔

آپ نے پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد کے مدرسہ میں درس و تدریس شروع کر دی، آپ نے اپنے تینوں بھائیوں کو خاص طور پر تیار کیا، ۲۵ سال کی عمر میں

آپ کو مختلف امراض نے گھیر لیا۔ اب آپ نے مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس کی خدمت میں اپنے دونوں بھائیوں شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبد القادرؒ کو بھی شامل کرلیا اور ان تمام بیماریوں کے باوجود (۶۴) سال تک حدیث و قرآن کا درس دیتے رہے۔ آخر عمر میں آپ بینائی سے بھی محروم ہو گئے۔ لیکن وعظ و افتاء کا کام برابر جاری رہا، اب آپ کے لئے مجلس میں تھوڑی دیر آرام سے بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا، اس وقت آپ اپنے مدرسہ قدیم (کلاں محل) اور جدید مدرسہ (مدرسہ شاہ اسحاق چتلی قبر) کے درمیان چہل قدمی کرتے رہتے اور لوگ اسی حالت میں آپ سے مختلف قسم کے سوالات کر کے استفادہ کرتے۔

آپ کے علمی اور ذہنی کمالات پر مولانا علی میاں صاحب لکھتے ہیں:۔

آپ ان موذی امراض کے باوجود لطیف الطبع، حاضر جواب، خوش گفتار رہے۔ اور تواضع و بشاشت اور مہر و محبت کی یہی ادا قائم رہی جو شروع سے تھی۔

آپ کی صحبت فکر و ذہن کو جلا بخشتی تھی، آپ کی مجلسوں میں حیرت انگیز خبریں چیدہ اشعار، دور دراز ملکوں، ان کے باشندوں اور وہاں کے عجائبات کا بیان اس طرح ہوتا تھا جس سے سامعین کو محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنے مشاہدات بیان فرمارہے ہیں حالانکہ آپ نے کلکتہ کے علاوہ کوئی اور شہر نہیں دیکھا تھا مگر آپ غیر معمولی طور پر ذہین اور تجسس فطرت کے مالک تھے۔

لوگ آپ سے علمی استفادہ کے لئے حاضر ہوتے، شاعر و ادیب ادبی استفادہ کرتے اور اپنا کلام دکھانے کے لئے آتے۔ (۳۵۱)

شاہ صاحب کی تمام تصنیفات علماء کے حلقوں میں بالعموم وقعت اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، آپ کے اسلوب تحریر میں ایسی قوت اور فصاحت و سلاست ہے کہ کان اس سے حلاوت پاتے ہیں۔

شاہ عبد العزیزؒ صاحب کی تصانیف

تفسیر فتح العزیز:۔ اسے آپنے بیماری کی شدت کے ایام میں املا کرایا۔ یہ کئی

بڑی ضخیم جلدوں میں تھی، جس کا بڑا حصہ ۵۷ء کے ہنگامہ میں ضائع ہوگیا، صرف آخر اور اول کی دو جلدیں محفوظ رہیں (۲) الفتاویٰ فی المسائل المشکلہ، آپ کے فتووں پر مشتمل بڑی کتاب تھی مگر اس کا خلاصہ دو جلدوں میں ملتا ہے۔ (۳) تحفہ اثنا عشریہ ردّ شیعیت پر ہے (۴) بستان المحدثین، حدیث اور محدثین کے حالات پر ہے۔ لیکن نامکمل رہی (۵) العجالہ النافعہ فارسی میں اصولِ حدیث پر ہے (۶) میزان البلاغہ فنِ بلاغت پر ہے (۷) میزان الکلام، علم کلام پر ہے (۸) السر الجلیل فی مسئلہ التفضیل خلفاء راشدین کے فرق مراتب پر ہے (۹) سر الشہادتین، سیدنا حسینؓ کی شہادت کا فلسفہ ہے لیکن اسے الحاقی کہا گیا ہے، کیونکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر حرف آتا ہے، درسی کتابوں پر آپ کے حواشی بھی کافی ہیں۔

آپ کے چند بلند پایہ شاگرد یہ ہیں،

"آپ کے تینوں بھائی، آپ کے داماد مولانا عبدالحیٔ صاحب بڑھانوی، مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی شاہ غلام علی صاحب خلیفہ حضرت مرزا صاحب، شاہ اسحٰق صاحب آپ کے نواسے، جو آپ کے حلقہ درس حدیث و قرآن میں قاری تھے، مولانا محمد یعقوب صاحب، مفتی صدر الدین دہلوی"

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے درس قرآن کا آخری دور آیت اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ ۸) تک ہوا، شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہیں سے شروع کیا۔ پھر آپ کے درس قرآن کا آخری دور (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ) تک ہوا پھر یہاں سے شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے شروع کیا۔

آپ کی وفات بعد نماز فجر یکشنبہ کے دن
۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء بعمر اسّی سال ہوئی

انگریزوں کے خلاف پہلا اعلان جنگ

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے دور تک انگریزوں کو ہندستان میں ہاتھ پیر پھیلانے کا موقعہ نہیں ملا تھا، البتہ مغل اقتدار تیزی سے زوال پذیر تھا، شاہ صاحب کی وفات

کے تین سال بعد ہی سے ہندوستان پر کمپنی بہادر کا اقتدار پھیلنا شروع ہوگیا۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیدیا شاہ صاحب کا یہ فتویٰ انگریزوں کے خلاف پہلا اعلان جنگ تھا۔

اس اعلان جہاد کے مطابق جہاد کی عملی تحریک آپ کے خلیفہ ارشد سیّد احمد صاحب بریلوی کی رہنمائی میں آپ کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہید اور آپ کے داماد مولانا عبد الحیؒ صاحب نے شروع کر دی۔

یہ جہاد پہلے سکھوں کے ظلم وستم کو ختم کرنے کے لئے سرحد کی سرزمین پر برپا ہوا اور اگر یہ جہاد کامیاب ہوجاتا تو اس کے بعد ولی اللّٰہی مجاہدین کا رُخ انگریزی حکومت کے خلاف ہوتا۔

سید احمد صاحب بریلوی شاہزادے کامران کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

باز خود ایں جانب معہ مجاہدین صادقین بہ سمت بلاد ہندوستاں بنا بر ازالہ کفر و طغیاں متوجہ خواہد شد کہ مقصود اصلی خود ہندوستان است (۳۷۰)	اس مہم (سرحد) سے فراغت کے بعد یہ خاکسار مع مجاہدین صادقین کے کفر و طغیان کے ازالہ کے لئے ملک ہندوستان کی طرف متوجہ ہوگا کہ وہی مقصود اصلی ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی زندگی ہی میں سید صاحب کو عسکری تربیت کے لئے امیر خاں والی ٹونک کے لشکر میں بھیجا مگر جب نواب صاحب نے انگریزوں سے صلح کرلی تو سید صاحب دل برداشتہ ہوکر واپس آگئے، اور اپنے شیخ شاہ عبد العزیز صاحب کو لکھا۔

خاکسار قدم بوسی کو حاضر ہوتا ہے، یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہوگیا ہے اور نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے ہیں، اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں۔

(دعوت وعزیمت ۲۷۳)

تحریک جہاد کا یہ جذبہ اس کے بعد تک جماعت ولی اللّٰہی میں زندہ رہا، ۵۷ء کا جہاد آزادی شاملی کی جنگ اور پھر اس کے بعد شیخ الہند کی تحریک، جس کے

نتیجے میں برصغیر انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا اسی تحریک کا نتیجہ اور اسی جذبہ کا ثمرہ تھا۔

ان مجاہدانہ تحریکوں میں مسلمان علماء اور مشائخ کی بڑی تعداد نے حصہ لیا اور انگریزی جبر و تشدد کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

شاہ رفیع الدین صاحبؒ

آپ شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ ہی چھوٹے تھے۔ بیس سال کی عمر ہی میں اپنے بڑے بھائی کی تعلیم و تربیت سے اس قابل ہو گئے کہ ان کے ساتھ درس و تدریس کی مسند پر فائز ہو گئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں

اب برادر یگانہ اور خلیق زمانہ کا وقت ہے جو نسبت میں میرے بھائی ہیں اور علم و ادب میں میرے شریک ہیں اور فن حکمت میں میرے برابر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بڑی مہربانی کی کہ ان کی پرورش میرے ہاتھوں سے کرائی اور مجھے ان کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔

آپ کی بلند پایہ تصنیفات یہ ہیں:

(۱) قرآن حکیم کا لفظی تحت لفظ ترجمہ جو آپ کے شاگرد سید نجف علی نے مرتب کیا اور آپ نے اس کی تصحیح فرمائی، دمغ الباطل، علمِ حقائق پر (۳) اسرار المحبت مقدمۂ علم، (۴) اثبات شق القمر (۵) تفسیر آیت نور (۶) تحقیق اَلوان (۷) آثارِ قیامت (۸) حجاب (۹) برہانِ تمانع (۱۰) عقدِ انامل (۱۱) شرح اربعین کا فات، (۱۲) تکمیل الصناعہ (۱۳) عربی قصائد۔

نقلی اور روایتی علوم کے مقابلہ میں آپ پر عقلی علوم اور حکمت و فلسفہ کا غلبہ تھا۔

آپ کی وفات ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء کو ہوئی۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ

آپ کے بارے میں شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی شاگرد رشید شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی اولادیں تو تمام کی تمام فاضل اور قابل تھی لیکن ان میں

صاحب نسبت صرف شاہ عبدالقادر صاحب تھے۔ شاہ عبدالقادر صاحب ظاہری علوم میں باکمال ہونے کے ساتھ باطنی اور روحانی بصیرت وادراک میں بہت ممتاز تھے، آپ نے اپنی تمام زندگی مسجد اکبر آبادی میں تعلیم وتدریس اور ترجمہ قرآن اور تربیت سلوک میں اس طرح گذاری کہ سرسید مرحوم کے الفاظ میں وصال کے بعد ہی لوگوں نے آپ کی میت کو مسجد سے باہر دیکھا۔

مشہور ہے کہ چالیس سال اعتکاف کی حالت میں قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر مکمل کیا۔ آپ نقشبندی سلسلہ کے شیخ عبدالعدل دہلوی سے بیعت تھے۔

آپ سے جن ممتاز علمائے نے استفادہ کیا ان میں مولانا عبدالحیٔ صاحب، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید، مولانا فضل حق ابن فضل امام صاحب خیر آبادی، سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسحاق صاحب ہیں۔

آپ کا ترجمہ قرآن' آپ کی علمی، ادبی اور وہبی صلاحیت کا شاہ کار ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر اردو زبان میں قرآن کریم نازل ہوتا تو وہ شاہ صاحب ہی کا ترجمہ ہوتا۔

آپ کی وفات ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء ۱۹ رجب

مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ

شاہ شہید نے اپنے بڑے چچا اور چھوٹے چچا دونوں سے علم حاصل کیا، شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے:

(مولانا عبدالحیٔؒ اور شاہ شہید) یہ دونوں حضرات تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول ومنطق میں اس فقیر سے کم نہیں ہیں، جناب باری کی جو عنایت ان دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے اس کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں کو علماء ربانی میں شمار کرو اور جو اشکال حل نہ ہو وہ ان کے سامنے پیش کرو۔

(بنام منشی خیرالدین)

ایک مکتوب میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے مولانا شہید کو حجۃ الاسلام کے لقب

سے یاد کیا ہے۔

شاہ صاحب کی مشہور کتابیں تقویت الایمان، صراط مستقیم، عبقات، منصب امامت اور ایضاح الحق ہیں۔

آپ کی اصلاحی جد و جہد سے آپ ہی کی زندگی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے (مولانا گنگوہیؒ)

آپ کی خصوصیت دوسرے علماء کے مقابلہ میں یہ ہے کہ آپ نے تدریس و تعلیم کے دائرہ سے قدم باہر نکالا اور میدان جہاد میں شجاعت اور غیرت کے وہ جوہر دکھائے جن سے عہد اول کے مجاہدین کی یاد تازہ ہو گئی۔

آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ ۱۷۷۹ء اور شہادت ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق مئی ۱۸۳۱ء

شاہ محمد اسحاق صاحبؒ
شاہ محمد یعقوب صاحبؒ

آپ کے یہ دونوں نواسے علوم حدیث کی تعلیم و تدریس میں آپ کے قائم مقام اور یادگار تھے بڑے بھائی شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کو آپ نے باقاعدہ اپنا جانشین بنا کر ایک علیحدہ جدید عمارت میں بٹھایا اور اپنا کتب خانہ اور مکان انہیں ہبہ کر دیا۔

آپ نے ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء سے لے کر ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء تک دہلی میں درس حدیث دیا اور پھر ہجرت کے بعد مکہ معظمہ میں ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء تک خدمت حدیث میں مشغول رہے۔

آپ سے سینکڑوں علماء ہند و عرب نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

شاہ محمد یعقوب صاحب بھی اپنے بھائی کے ساتھ خدمت حدیث میں مشغول رہے اور اپنے بھائی کی وفات کے بعد بیس برس تک مکہ معظمہ میں حدیث کا درس دیتے رہے

شاہ اسحاق صاحب نے بالاکوٹ کے حادثہ سے متاثر ہو کر اس واقعہ (۱۸۳۱ء) کے ۱۵ سال بعد ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں ہجرت کی اور پھر آپ کی ہجرت کے ۲۵ سال

بعد ۵۷ء کا انقلاب برپا ہوا۔

وفات شاہ اسحاق صاحب ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی نے شاہ اسحاق صاحبؒ کی ہجرت کے سبب پر اشارہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد سید صاحب کی جماعت میں ایک گروہ اس خیال میں مبتلا ہوگیا کہ سید صاحب زندہ ہیں، بہت جلد دوبارہ نمودار ہوں گے، شاہ صاحب نے اس خیال کی اصلاح کے لئے جدوجہد فرمائی مگر جب آپ کو کامیابی نہ ہوئی تو آپ ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے۔

شاہ عبدالغنی صاحبؒ مجددی مہاجر مدنی

شاہ محمد اسحاق صاحب کے بعد آپ کے شاگرد شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نے آپ کی جگہ درس حدیث دیا، آپ شاہ ابوسعید مجددی کے صاحبزادے ہیں آپ نے پہلے حرمین شریفین میں حدیث کی تعلیم حاصل کی، پھر آپ دلی واپس آئے اور آپ نے شاہ اسحاق صاحب سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا، اور شاہ صاحب کی ہجرت کے بعد تقریباً (۲۵) سال حدیث شریف پڑھائی۔ آپ کی پیدائش ۲۵ر شعبان ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۸۱۹ء محلہ مغل پورہ دلی کی ہے۔

آپ نے ۵۷ کی بغاوت کے دوران ۱۲۷۴ھ ــــ ۱۸۵۷ء میں ہجرت فرمائی اور (۱۲) سال مدینہ منورہ حرم نبوی میں حدیث شریف کا درس دیا اور ۷ر محرم ۱۲۹۶ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۸۷۸ء کو وصال فرمایا، آپ کی تاریخ وفات

شد اندر زمین آفتاب علوم ــــ ہے

آپ کا ایک شعر اردو کا مشہور ہے جس میں ان کے استاد شاہ اسحاق صاحب کی تربیت کا اثر جھلک رہا ہے ؎

کجا صوفی وصال یار یہہات ــــ کہاں ممکن کہاں وہ ذات بے چوں
غنی تو عشق کا ہرگز نہ دم بھر ــــ کہ حیراں ہیں یہاں موسیٰ و ہاروں

شاہ عبدالغنی صاحب کے تلامذہ میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہی نہایت ممتاز اور بلند مرتبہ عالم اور شیخ تھے اور ولی اللہٰی سلسلۂ حدیث کی جو مخصوص شان تھی اس کی حفاظت انہی دونوں بزرگوں سے قائم رہی۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

مولانا گنگوہی نے درس حدیث کا سلسلہ گنگوہ میں جاری فرمایا اور اسی مدرسہ اور خانقاہ کو اصلاح عقائد و اعمال کی ولی اللہی تحریک کا مرکز بنایا۔ آپ پر شاہ ولی اللہ کی اصلاحی نسبت غالب تھی۔

آپ کا سن وفات ۱۳۲۳ھ ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

آپ نے ولی اللہٰی سلسلہ حدیث و تفسیر کیلئے باقاعدہ ایک ادارہ کی تشکیل کی جو مدرسہ رحیمیہ دہلی کا قائم مقام ہوسکے، چنانچہ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، یہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء کا مبارک سال ہے، اس مدرسہ کی تحریک میں آپ کے رفیق خاص مولانا گنگوہی معاون اور شریک تھے اور آپ کی سرپرستی کا فخر دارالعلوم کو حاصل رہا ہے۔

یہ دونوں بزرگ، ۵۷ء کی ناکامی کے بعد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی قیادت میں شاملی ضلع مظفر نگر کے جہاد اسلامی میں مجاہد کی حیثیت سے شامل رہے۔

جہاد کی ناکامی کے بعد حاجی صاحب نے ہجرت فرمالی اور یہ دونوں بزرگ انگریزوں کی دار و گیر سے غیبی امداد کے ذریعہ بچ گئے کیونکہ قدرتِ خداوندی کو ان حضرات سے قرآن و حدیث کی خدمت لینی تھی اور شاہ ولی اللہ کے جانشینوں کی حیثیت سے اسلامی علوم اور ملی تحفظ کی تحریک کی کامیاب قیادت انہی حضرات سے وابستہ ہوچکی تھی۔

مدرسہ دہلی، دلی کالج

مدرسہ دہلی۔ دلی کالج شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں وقف غازی الدین اجمیری گیٹ میں قائم ہوا، اور اس مدرسہ میں مولانا رشید الدین صاحب کے بعد ان کے شاگرد مولانا مملوک صاحب نے ان کا منصب تدریس سنبھالا۔

سرسید مرحوم اور مولانا نانوتوی دونوں ہم سبق تھے، سرسید نے اپنے رفیق درس

حضرت نانوتوی کو علم، تقویٰ اور مسکینی کی صفات میں شاہ اسحاق کے مثل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مولانا نانوتوی کا علمی درجہ شاید شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ ہی کم تھا۔ آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء اور وفات بعمر ۴۹ برس ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

حاجی امداد اللہ صاحب جماعت ولی اللہی کے حلقہ میں خاص شان کے صاحب نسبت بزرگ تھے، اس لئے مولانا نانوتوی، حضرت گنگوہی اور مولانا تھانوی جیسے اکابر علم نے ان کے ہاتھ پر بیعتِ طریقت کی، حاجی صاحب ظاہری علوم میں متوسط درجہ رکھتے تھے مگر روحانیت میں آپ کا مقام فائق تھا۔

آپ نے ۱۳۱۷ھ میں مکہ معظمہ کے اندر وفات پائی۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ ــــ مولانا نصیرالدین دہلوی داماد شاہ محمد اسحاق صاحب کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ بالاکوٹ کی شہادت کے حادثہ کے بعد سید شہید کی تمام جماعت نے انہی کو اپنا روحانی شیخ بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے علماء ولی اللہی (علماء دیوبند) نے حاجی صاحب کے ساتھ روحانی رشتہ قائم کر کے سید احمد شہیدؒ کے روحانی سلسلہ سے اپنے آپ کو وابستہ کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ اپنے عہد کے مجدّد

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کے نصاب کی تکمیل کے بعد حضرت نانوتوی سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ کے دست مبارک سے دستار فضیلت پائی۔

آپ مولانا محمد یعقوب صاحب ابن مولانا مملوک علی صاحب اور مولانا سید احمد صاحب دہلوی کے بعد دارالعلوم کی مسند صدارت اور شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ کی ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء اور وفات ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

مطابق ۱۹۲۱ء کو ہوئی۔

برصغیر کے مشہور اسلامی مفکر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی پاکستان نے اسلامی احیار کی جدوجہد میں شیخ الہند کو ایک مجدد کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ الہند کے تلامذہ کی نابغۂ روزگار جماعت کو شیخ کا تجدیدی کارنامہ قرار دیا ہے کیونکہ شیخ الہند کے شاگردوں نے اس صدی کی دینی اور سیاسی جدوجہد کے ہر میدان میں قائدانہ رول ادا کیا ہے۔

بارھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تجدیدی کارناموں میں جس طرح ان کے صاحبزادگان کا وجود ایک کارنامہ ہے اسی طرح شیخ الہند کے شاگردوں کی جماعت شیخ کا عظیم کارنامہ اور عطیہ الٰہی ہے۔

ان شاگردوں میں شیخ کے جذبۂ حریت کے امین مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ ہیں تو حدیث وفقہ کے علمی تبحر کا مظہر مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ ہیں۔

ان شاگردوں میں شیخ الہند کی زبان مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ہیں جنہوں نے اہم موقعوں پر شیخ کی طرف سے خطبات پڑھے اور شیخ کے جذبات دینی کی ترجمانی کی۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے شیخ الہند سے ابتدائی کتابیں پڑھی ہیں حدیث کی بڑی کتابوں میں مولانا تھانوی مولانا محمد یعقوب صاحب ابن مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی کے شاگرد تھے، اس تلمذ کے تعلق سے مولانا تھانویؒ کو بھی شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں خصوصی مرتبہ کے ساتھ شامل ہونے کا فخر حاصل ہے، آپ نے روحانی اور اخلاقی تربیت کے میدان کو سنبھالا۔ جماعت دیوبند کا بڑا طبقہ مولانا مدنی اور مولانا تھانویؒ انہی دو بزرگوں کے توسط سے ولی اللہی سلسلہ سے مربوط ہے۔

مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ

شیخ الہند کے بعد آپ کے ممتاز شاگرد مولانا انور شاہ صاحبؒ کشمیری نے مسند حدیث کو رونق بخشی۔ آپ کی ولادت ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء اور وفات ۱۳۵۲ھ

مطابق ۱۹۳۲ء کو ہوئی۔

آپ ۱۲ سال تک صدر رہے اور آپ کے زمانہ صدارت میں (۸۰۹) طلبہ نے سند حدیث حاصل کی۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ

مولانا کشمیری کے بعد مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اس مسند صدارت کو رونق بخشی۔ آپ کی ولادت ۱۹ رشوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۹ء اور وفات ۱۳ رجمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ہوئی۔ آپنے ۳۲ سال صدارت کے منصب کو عزت بخشی اور آپ کے زمانۂ صدارت میں (۴۴۸۳) طلبہ نے سند حدیث حاصل کی۔ حضرت مدنی کے عہد صدارت سے قبل فضلاء دار العلوم کی کل تعداد (۲۷۵۱) تھی۔

مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ

مولانا مدنی کے بعد شیخ الہند کے آخری شاگرد مولانا فخر الدین صاحب تھے جنہوں نے دار العلوم کی مسند صدارت کو شرف بخشا اور اسلاف کی شایانِ شان دار العلوم میں درس حدیث دیا، مولانا فخر الدین صاحب نے مولانا انور شاہ صاحب سے بھی استفادہ کیا تھا اس لئے آپ کے درس میں فن حدیث اور فن فقہ دونوں کا رنگ ملتا تھا۔

مولانا کے بعد دار العلوم کی علمی روایات کو اجتماعی قیادت کے ذریعہ قائم رکھنے کی کوشش کی گئی، اور مولانا محمد شریف صاحب، مولانا فخر الحسن صاحب، علامہ محمد حسین صاحب بہاری، مولانا معراج الحق صاحب، مولانا سید انظر شاہ صاحب جیسے قابل اساتذہ اس جدوجہد میں مصروف رہے۔

برصغیر کی تقسیم کے بعد مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی کی دوراندیشی نے دار العلوم کو تقسیم کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کامیاب کوشش کی اور مولانا محمد طیب صاحبؒ کی بڑی شخصیت دار العلوم کو اس کے شایانِ شان لے کر چلتی رہی لیکن صد سالہ جشن دار العلوم کی عظمت کا آخری نظارہ ثابت ہوا اور پھر کملے راز دالے، کے قانون کے تحت دار العلوم دو حصوں میں بٹ گیا، ایک حصہ قدیم عمارت میں اور دوسرا حصہ جامع مسجد دیوبند میں قائم ہے ـــــ صدا نام رہے اللہ کا۔

چبوترہ پر آرام فرما حضرات

(۱) شاہ عبدالرحیم صاحب (۲) شاہ ولی اللہ صاحب (۳) شاہ عبدالعزیز صاحب
(۴) شاہ رفیع الدین صاحب (۵) شاہ عبدالقادر صاحب (۶) شاہ عبدالغنی صاحب
(۷) شاہ مخصوص اللہ صاحب (۸) مولانا محمد موسیٰ صاحب ابن شاہ رفیع الدین صاحب
(۹) شاہ محمد عمر صاحب ابن مولانا محمد اسماعیل شہید۔
(۱۰) سیّد رؤف احمد صاحب (۱۱) میاں عبدالسلام ابن مولانا موسیٰ صاحب
(۱۲) سیّد ظہیر الدین عرف سیّد احمد صاحب نواسہ شاہ رفیع الدین صاحب

خواتین کے مزارات

(۱۳) اہلیہ محترمہ شاہ عبدالرحیم صاحب (۱۴) اہلیہ محترمہ شاہ ولی اللہ صاحب۔
(۱۵) دختر شاہ عبدالقادر صاحب (۱۶) دختر شاہ رفیع الدین صاحب (غیر متعین)
(۱۷) دختر شاہ عبدالغنی صاحب (غیر متعین) (۱۸) دختر مولانا محمد موسیٰ صاحب (غیر متعین)
(۱۹) اہلیہ شاہ مخصوص اللہ صاحب

مختصر سوانح حضرت شہید

(۱) ولادت شریفہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء
(۲) سن فراغت بعمر ۱۶ سال ۱۲۰۹ھ مطابق ۹۴-۱۷۹۵ء
(۳) ۱۰ سال درس و تدریس اور فنون حرب کی تربیت کے بعد بعمر (۲۶) سال دعوت عام کا آغاز ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۹ء

(۴) بیس سال دعوتِ عام اور جہاد قولی ۔

کرنے کے بعد بعمر ۴۶ سال ہجرت سنہ ۱۲۳۹ھ مطابق سنہ ۱۸۲۳ء

اور جہاد کے لئے اقدام

(۵) ۷، سال جہاد کی راہ میں قربانیاں

دینے کے بعد (۵۳) سال کی عمر میں

بالاکوٹ کے میدان میں شہادت فی سبیل اللہ ۔

۲۴، ذیلقعدہ سنہ ۱۲۴۶ھ مطابق مئی سنہ ۱۸۳۱ء

سنہائے وفات اکابر

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ	وفات	۱۲۳۹ھ	مطابق ۳۰ر مئی ۱۸۲۴ء
شاہ رفیع الدین صاحبؒ	"	۱۲۳۳ھ "	۱۸۱۸ء ۱۷ر شوال
شاہ عبدالقادر صاحبؒ	"	۱۲۳۰ھ "	۱۸۱۵ء ۱۹ر رجب
شاہ عبدالغنی صاحبؒ	"	۱۲۲۷ھ "	۱۸۱۲ء
شاہ مخصوص اللہ	"	۱۲۷۳ھ "	۱۸۵۶ء

سنہائے وفات کے نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شہیدؒ نے اپنی اصلاحی جدوجہد اپنے تینوں بزرگ چچاؤں کی حیات میں شروع کی اور ان حضرات کی طرف سے کوئی اختلاف نہیں کیا گیا، "رفعِ یدین" کے مسئلہ میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی طرف سے معمولی اختلاف ہوا اور شاہ شہیدؒ نے اس کا معقول جواب دے کر انہیں مطمئن کر دیا۔

چچازاد بھائی شاہ مخصوص اللہ نے اختلاف کیا جو علمی مذاکرہ کے بعد ختم ہو گیا۔



شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کتاب ترتیب دیتے وقت دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب کے مشہد انور اور بالاکوٹ کے اس بابرکت میدان کی زیارت نصیب ہو جس میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے مجاہد رفقاء آرام فرما ہیں۔

قرآن کریم کی شہادت ہے کہ خدا کی راہ میں جان دینے والے زندہ ہیں۔ انہیں مُردہ مت کہو۔

اس لئے بالاکوٹ کی زیارت زندہ مجاہدین کی زیارت تھی جو خدا تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔

پاکستان کے حالیہ سفر (نومبر ۸۴ء) میں برادرم مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی سابق ایڈیٹر خدام الدین لاہورؔ اور برادرم ظفر علی صاحب رضوی (بھاول پور) کی معیت میں یہ بابرکت سفر کیا گیا۔

لاہور سے چل کر رات کو راول پنڈی میں قیام کیا، علوی صاحب کے والد مولانا محمد رمضان صاحب پرانے بزرگوں میں سے ہیں اور بزرگانِ دیوبند سے وابستہ و مستفیض ہونے کی وجہ سے بڑے بااخلاق اور صاحب اخلاص بزرگ ہیں۔

دوسرے دن بس کے ذریعہ بالاکوٹ پہونچے، حضرت سیّد احمد صاحب شہید کا مزار جس کی (تحقیق نہیں ہے) دریائے کنہار کے کنارے جامع مسجد کے پہلو میں ایک احاطہ کے اندر واقع ہے۔

پہلے یہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی، اب ایک شاندار جامع مسجد ہے۔ سیّد صاحب کے مزار کے پہلو میں مولانا عبد الحنان صاحب ہزاروی آرام

کر رہے ہیں۔ مولانا مرحوم حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد رشید ہیں اور جمعیۃ علماء ہند کے ناظم تبلیغ کی حیثیت سے جماعتی حلقوں میں متعارف ہیں۔

مولانا مرحوم ۴۷ء کے قیامت خیز ہنگاموں میں دہلی کے اندر پھنسے ہوئے تھے، حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے بڑی کوشش کر کے مرحوم کو بلین سے پاکستان روانہ کیا۔

حضرت سید صاحب کی آرام گاہ سے آگے اوپر ایک کھلے میدان میں حضرت شاہ صاحب آرام فرما ہیں۔

بستی کے ایک بزرگ کے بتانے پر ہم لوگ سیدھی بٹیا چھوڑ کر مختصر راستہ پر چل پڑے ـــــ یہ راستہ بڑا کٹھن تھا، دو دریائی نالے عبور کر کے اوپر چڑھنا پڑا۔ یہاں ایک مختصر چٹیل میدان ہے، اسی جگہ ان مجاہدین نے سکھ فوجوں سے آخری مقابلہ کیا اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب کے مزار کا چبوترہ پختہ ہے اور پرانی لوح کی جگہ ایک سنگ مرمر کی لوح سرہانے نصب ہے جس پر یہ دو شعر کندہ ہیں۔

اے ذبیح اللہ اسمٰعیلِ ما	شد ندایت صورِ اسرافیلِ ما
خونِ خود را در کھہ و کہسار ریخت	لیک بیخِ حریت در ہند بیخت

شہادت بروز جمعہ ۲۴ ذیلقعدہ ۱۲۴۶ھ

۱۵ پختہ مزارات پختہ چبوترہ پر ہیں۔ جن میں سولھواں مزار حضرت شہیدؒ کا ہے اور تیئس مزارات کچے چبوترہ پر ہیں اور یہ مزارات بھی کچے ہیں ـــــ

یہ میدانِ شہادت تین طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ پہاڑوں کی دوسری صف وادی کاغان کے برف پوش پہاڑوں کی ہے یہیں سے شاہ راہ قراقرم آگے جا رہی ہے۔

شاہ ولی اللہ کا ننھیالی خاندان

اوچ ملتان کے ایک رئیس شیخ طاہر طلبِ علم کے شوق میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے، قدرت کو ان کی اولاد سے تصوف و روحانیت کی بڑی خدمت لینی تھی۔

شیخ طاہر مختلف مقامات پر تحصیل علم کرتے ہوئے آخر میں جون پور پہنچے اور یہیں وصال فرمایا۔ شیخ طاہر کے لڑکے شیخ حسن (بہار کے قاضی صاحب کی بیٹی کے بطن سے تھے) بہت بڑے عالم ہوئے، اور تصوف کی راہ میں بڑی شہرت پائی، ان کی شہرت و مقبولیت سن کر سکندر لودھی نے انہیں دلی بلالیا اور مہرولی کے قریب بجے منڈل قیام کے لیے پیش کر دیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے انفاس العارفین میں اس جگہ کا نام بجے منڈل ہی لکھا ہے لیکن علامہ آزاد بلگرامی نے اپنے تذکرہ میں اس کا نام بدیع منزل لکھا ہے یعنی یہ نام بگڑ کر بجے منڈل ہوگیا۔

یہ ایک شاہی عمارت تھی سر سید نے اس کا نقشہ دیا ہے، اس عمارت میں شیخ کی خانقاہ قائم ہوگئی اور پھر یہیں شیخ کو دفن کیا گیا، آپ نے ۹۰۹ھ میں بحالت وجد وصال فرمایا۔

اس وقت آپ کی مجلس میں جو شعر پڑھا جارہا تھا اس کا ایک مصرعہ یہ ہے

ع اے ساقی ازاں مے کہ دل و دینِ من است

شیخ حسن کے دو لڑکے تھے، شیخ خیالی اور شیخ عبد العزیز۔ یہ دونوں اپنے دور کے ولی و عارف باللہ تھے۔ شیخ خیالی نے مدینہ منورہ میں سالہا سال عبادت کی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کشفی اشارہ پر ہندوستان واپس آگئے۔

شیخ عبد العزیز ؒ نے اپنا روحانی مرکز کوٹلہ فیروز شاہ کے قریب مہندیان کی عمارت کے سامنے بنایا۔

چونکہ فیروز شاہ کی دلی اسی طرف آباد ہو رہی تھی اور جامع فیروز شاہی کو علمی مرکز کی

حیثیت حاصل تھی اس لیے شیخ نے اس جگہ کا انتخاب کیا۔

شیخ عبدالعزیز اس وقت جہاں آرام فرما ہیں وہ ان کی خانقاہ کا صحن ہے۔ خانقاہ کی عمارت جو مسجد نما ہے، اب مکّی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ عبدالعزیزؒ کے بارے میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ شیخ مشائخ چشت کے اخلاقِ محمودہ کے مثالی پیکر تھے۔

آپ نے ۶ رجمادی الثانی ۹۷۵ھ میں وصال فرمایا۔ شیخ نے بابر، ہمایوں اور اکبر تینوں بادشاہوں کا دور پایا۔

شیخ عبدالعزیز کے صاحبزادے شیخ قطب عالم تھے، یہی آپ کے جانشین ہوئے۔ علم و فضل اور روحانیت و عرفان میں اپنے دور کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے۔

خواجہ عبدالباقیؒ نے آپ سے استفادہ کیا ہے اور آپ ہی کی ہدایت پر کابل واپس جاکر خواجہ امکنگی کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہاں سے واپس آکر روحانیت کے آفتاب عالم تاب بنے۔ اب یہ صورت تھی کہ شیخ قطبِ عالم خواجہ صاحب کی خدمت میں جاکر استفادہ کرتے تھے۔

قطب عالمؒ کا مزار اپنے والد کے قریب ہی تھا، ۴۷ء کے ہنگامہ میں اسے نقصان پہونچایا گیا اور اس کی جگہ دوسری قبریں بن گئیں۔

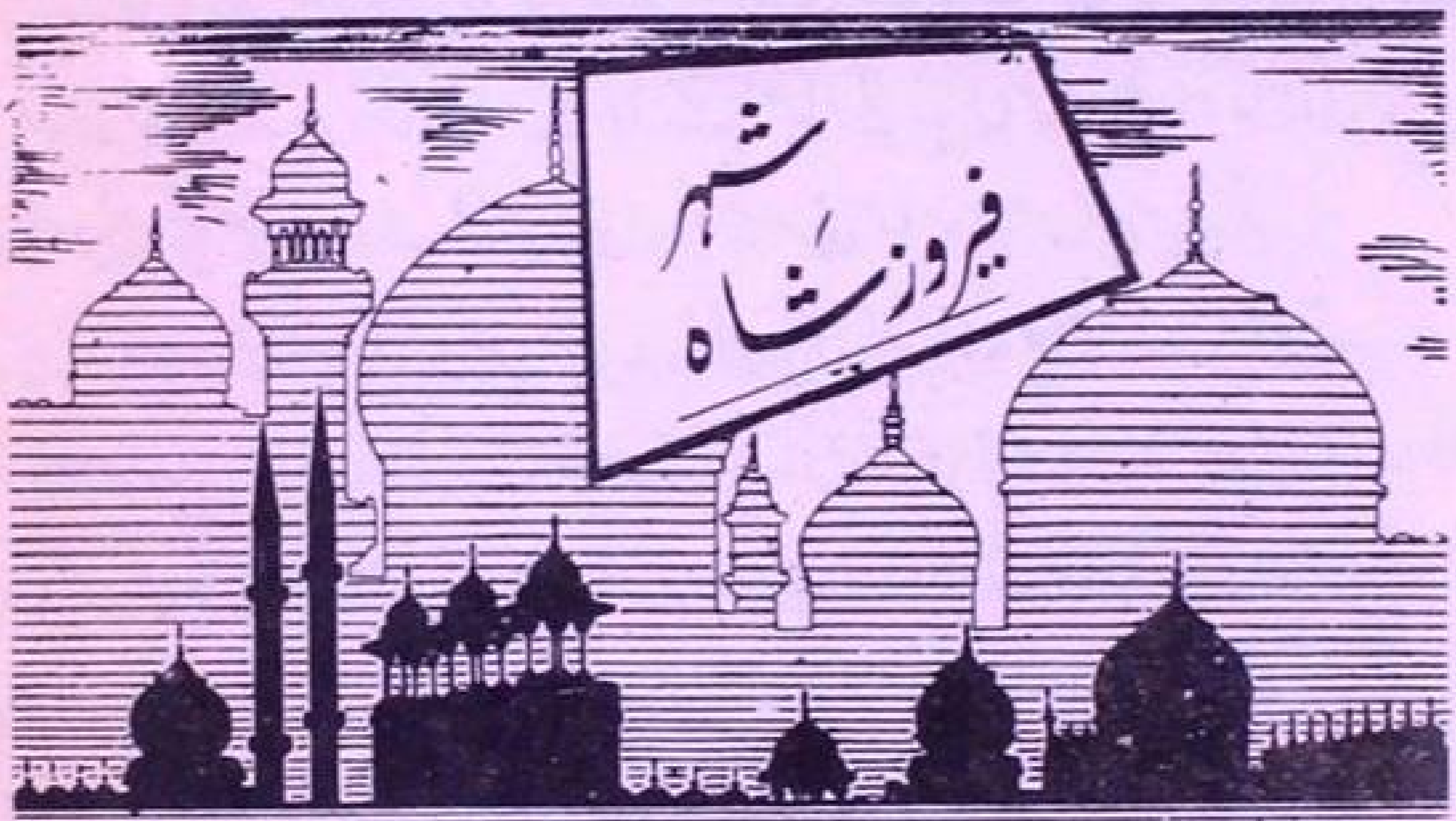
قطب عالمؒ کے صاحبزادے شیخ رفیع الدین تھے، جن کی صاحبزادی سے شیخ وجیہ الدین شہید کی شادی ہوئی۔

شیخ عبدالعزیزؒ کی لوح پر شکر بار کا لفظ لکھا گیا ہے، یہ مغالطہ کی وجہ سے لکھا گیا ہے، شیخ عبدالعزیز شکر بار کا مزار مہرولی جھل تن جھل من کی عمارت کے قریب واقع ہے، اس شہرت نے مغالطہ میں ڈال دیا اور مولانا ندوی صاحب نے بھی ایک جگہ شکر بار لکھ دیا۔ ؎

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں اور شاہ ولی اللہؒ نے انفاس العارفین میں شکر بار کا لفظ نہیں لکھا۔ شیخ محدث کی تاریخ سب سے قدیم ہے۔

؎ صاحب سیر المنازل مرزا سنگین بیگ نے ۱۸۲۰ء بعہد اکبر شاہ ثانی شکر بار تحریر کیا ہے (صفحہ ۶۵)





فیروز شاہ تغلق نے پرانی دلّی (پرانے قلعہ کے پاس رائے پتھورا کی دلّی) سے کچھ دور کوٹلہ فیروز شاہ سے ملحق شہر بنانا شروع کیا، جس میں موجودہ ترکمان گیٹ پہاڑی بھوجلہ اور کالی مسجد کا علاقہ شامل تھا، چونکہ اب آبادی تغلق آباد اور مہرولی سے نئے شہر میں بڑھنی شروع ہوئی تو

شیخ عبدالعزیز صاحبؒ نے اسی نئے شہر میں جامع فیروزی کے علمی اور روحانی مرکز کے قریب اقامت اختیار کی۔

مدرسہ فیروزی

عہد فیروز شاہی کے مشہور شاعر مطہری نے اپنے قصیدہ میں اس مدرسہ اور اس کے باغ کی بڑی تعریف لکھی ہے وہ کہتا ہے۔

چوں در آمد ز درش دید دراں جنّت خلد
قاصداں صف زدہ ہر سوئے ملائک کردار

عالماں عربی لفظ و عراقی دانش
ہمہ در جبہ شاہی و بمصری دستار

(حیاتِ شیخ ۳۸)

میں جب اس مدرسہ میں داخل ہوا تو میں نے اسے جنّت خُلد پایا، جس میں فرشتے صفت علماء قطار در قطار رونق افروز تھے، علماء کی زبان عربی تھی اور ان کی دانش اور عقل عراقی تھی وہ سب شاہی جبّوں اور مصری عماموں میں ملبوس تھے۔

اسی جامع فیروز شاہی میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے قیام فرمایا جو آپ کے مرید اور مخدوم قطب عالم کی خانقاہ کے قریب واقع تھی، اسی جامع مسجد میں جو اس وقت دلّی کی بڑی جامع مسجد تھی شاہ عبدالرحیم صاحبؒ اور ان کے بھائی شیخ ابوالرضا صاحب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اسی جامع مسجد میں شاہ ولی اللہ صاحب ختم بخاری شریف کا جلسہ کرتے تھے۔

موجودہ مکّی مسجد جس کے صحن میں شیخ عبدالعزیز صاحب آرام فرما ہیں۔ شیخ کی خانقاہ بھی تھی، کیونکہ شیخ محدّث دہلوی نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالعزیز اپنی خانقاہ کے صحن میں دفن کیے گئے۔ شیخ نے ان کی تاریخ وفات۔ یادگار اہل چشت۔ کے فقرہ سے نکالی ہے۔

شیخ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت قطب عالم آپ کے جانشین ہوئے۔

قطب عالم کا دور جلال الدین اکبر کا دور ہے۔ اس دور میں شیخ عبدالحق صاحب

محدث دہلوی نے اسی سرزمین کے دوسرے کنارے پر اپنا علمی اور روحانی مرکز بنایا اور وہاں بیٹھ کر پچاس ساٹھ برس علم قرآن و حدیث کی اشاعت فرمائی۔

مہندیان کس چیز کا نام تھا؟

یہ قطعہ اراضی مہندیان کے نام سے کیوں مشہور ہوئی؟

سرسید مرحوم نے لکھا ہے

یہ ایک کہنہ عمارت ہے، کوٹلہ فیروزشاہ کے سامنے جیل خانہ کے پاس، اگرچہ اس کا حال کچھ معلوم نہیں مگر کتابوں میں اس کا نام کوشک الوزلکھا ہے، اس کے نام سے یقین پڑتا ہے کہ کسی بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ اس طرح کے نام اس زمانہ میں بادشاہی عمارتوں کے ہوتے تھے، اور جس موقعہ پر یہ عمارت محاذی کوٹلہ کے واقع ہے اس قرینے سے متصور ہوتا ہے کہ فیروزشاہ کی بنائی ہوئی ہے۔

پھر کچھ عجب نہیں کہ قریب ۷۵۵ ہجری مطابق ۱۳۵۴ عیسوی کے بنی ہو — ہندوستان میں رواج ہو گیا ہے کہ برسویں دن بڑے پیر کی نیاز میں کاغذ کی برجی (تعزیہ نما) جس کو مہندی کہتے ہیں بنا کر اس کے چاروں طرف روشنی کرتے ہیں یا تو اس سبب سے کہ اس عمارت کی صورت اسی طرح کی ہے اور یا اس سبب سے کہ خاص اسی دن کی روشنی کو بنی تھی مہندیان اس کا نام مشہور ہو گیا۔

یہ مکان نئی قطع کا ہے، اس کے نیچے درہ لاد کر کرسی دی ہے اور پھر اس کے اوپر پانچ برج بنائے ہیں، چار چاروں کونوں پر اور ایک بیچ میں۔ برجوں کی قطع بھی بہت خوبصورت ہے مگر اب یہ مکان بہت شکستہ ہو گیا ہے اور جو کہ نرے چونے اور پتھر سے بنا ہوا تھا۔ اس واسطے بالکل گر پڑا ہے، دو ایک برجیاں باقی رہ گئی ہیں۔

(آثار الصنادید ۱۹۹)

سرسید صاحب نے اس عمارت کی تعمیر کے بارے میں جو قیاس کیا ہے اس کے لحاظ سے اس عمارت کو مہندیان کہنے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ یعنی یہ عمارت اپنی برجیوں اور خوشنما وضع قطع کے پہلو سے ایک مہندی اور تعزیہ معلوم ہوتی تھی اس لئے اس کا

مہندیان یا روشن محل بمعنی حسین و خوب صورت محل پڑ گیا۔

فیروز شاہ تغلق اصلاح پسند بادشاہ تھا، مہندیوں کے چراغاں جیسی بدعت کا جاری کرنا اس کے مزاج کے خلاف تھا۔

فتوحات فیروز ی میں جو اس کی خود نوشت یادداشت ہے اس نے اپنی اصلاحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

شہر دہلی میں یہ دستور عام تھا کہ متبرک راتوں، شب قدر، شب برائت اور شب معراج میں عورتیں پالکیوں، بہلیوں اور ڈولیوں میں بیٹھ کر گروہ در گروہ دلی کے مزارات پر جاتی تھیں اور آوارہ مزاج نوجوان ان کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے اور وہاں فتنہ و فساد کی باتیں کی جاتی تھیں ــ میں نے یہ رسم بند کرادی، میں نے حکم دیا کہ کوئی عورت مزار پر نہ جائے۔ (تاریخی مقالات، ڈاکٹر اسلم صاحب مطبوعہ لاہور ص۱۸۵)

چھتہ شیخ نزور کیا تھا؟

ہم نے اپنے بزرگوں سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قیام گاہ اور مدرسہ کے محل وقوع کا نام چھتہ شیخ نزور سنا تھا، لیکن تاریخ میں اس نام کا دور دور بھی ذکر نہیں ملتا۔ سرسید مرحوم نے اس جگہ کا نام مہندیان یا کوشک انور لکھا ہے، اور اسی طرح خان بہادر ظفر الحسن صاحب نے اپنی کتاب

Kist of Delhi Monuments

میں یہی نام لکھا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوشک انور بگڑ کر شیخ نزور ہو گیا۔ اور یہی نام لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا۔

باغ مہندیان کیا تھا؟

حضرت قطب عالم کے دور میں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے جس مقام پر اپنا مدرسہ اور مسجد بنائی اسے تاریخ میں باغ مہندیان لکھا ہے، حیات شیخ دہلوی کے مصنف لکھتے ہیں۔

"دہلی دروازہ سے آگے باغ مہندیان کے قریب شیخ دہلوی کا مدرسہ اور مکان اور مسجد واقع تھی"۔ محل وقوع کی تفصیل یہ ہے۔

"یہ مدرسہ بعمارت پختہ دو منزلہ مع مسجد مقابل قلعہ کہنہ لب سڑک دہلی و آگرہ واقع ہے یعنی دروازہ قلعہ کا بجانب غرب ہے اور اس مدرسہ کا بسمت شرق ہے"

(بحوالہ مراۃ الحقائق ص ۱۰۳)

موجودہ محل وقوع کو سمجھنے کے لئے یہ کہا جائے گا کہ مسجد ماہم (اکبر کی رضاعی ماں) کے عقب میں یہ عمارتیں واقع تھیں، ان عمارتوں کی منہدم بنیادوں کے آثار ابھی تک نظر آتے ہیں۔

(۱۹) صدی کے آخر تک شیخ کی خانقاہ (خانقاہ قادریہ) کا کچھ حصہ موجود تھا جسے مراۃ الحقائق کے مصنف منشی برکت علی حقی نے دیکھا۔

اس مقام پر حیات شیخ کے مصنف خلیق احمد صاحب نظامی کو مغالطہ ہوا ہے اور انہوں نے شیخ کے قائم کردہ مدرسہ اور جس مدرسہ میں شیخ نے تعلیم حاصل کی ہے دونوں کو ایک ہی قرار دیدیا ہے۔ عبارت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

حالانکہ شیخ نے خود لکھا ہے کہ میں مدرسہ دہلی میں صبح و شام دو بار حاضری دیتا تھا اور یہ مدرسہ میرے گھر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا (اخبار الاخیار ۳۰۲)

از منزل مابعد دو میل داشتہ باشد ـــــ یہ مدرسہ دہلی جس میں شیخ نے تعلیم حاصل کی مسجد فیروزی کا مدرسہ ہوسکتا ہے جس کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مہندیان کا علاقہ ایک باغ تھا جو موجودہ درگاہ شاہ ولی اللہ متصل مولانا آزاد میڈیکل کالج سے لے کر پرانے قلعہ تک پھیلا ہوا تھا

مدرسہ رحیمیہ مہندیان میں

شاہ عبد الرحیم صاحب کی ننھیال مہندیان ہی میں آباد تھی، شیخ قطب عالم کے صاحبزادے شیخ رفیع الدین صاحب کی صاحبزادی سے شیخ وجیہہ الدین ولد شاہ عبد الرحیم صاحب کی شادی ہوئی۔

شیخ رفیع الدین محمد

شیخ قطب عالم کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے شیخ قطب عالم نے آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ کی

خدمت میں رکھا اور خواجہ صاحب نے آپ کی تربیت فرمائی۔

شیخ رفیع الدین پر خواجہ عبد الباقی کی نسبت غالب آگئی، خواجہ صاحب شیخ سے بے حد محبت کرتے تھے، لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ شیخ رفیع خواجہ کے محبوب ہیں۔

اس خاندان کے رہائشی مکانات خانقاہ کے عقب میں واقع تھے، جن کی بنیادیں سڑک اور پارک کے اندر پوشیدہ ہوگئی ہیں ـــ اس خانقاہ کی مسجد کو ۴۷ء کے بعد سے مکی مسجد کہا جانے لگا ہے، جس میں اب جامعہ رحیمیہ کی درس گاہ قرآن کریم ہے شاہ عبد الرحیم صاحب کا خاندان کچھ آگے بڑھ کر مزارات کے چبوترہ کی مغربی جانب آباد تھا، اسی طرف مدرسہ رحیمیہ کی عمارت اور ایک مسجد تھی جو موجودہ ریل بھون کی عمارت میں آگئی ہے۔

چبوترہ کے قریب ایک چھوٹی مسجد تین دری تھی، جو شاہ عبد العزیز صاحب نے تعمیر کرائی تھی، اب اس کی جگہ ایک عالی شان ہال نما مسجد متولی صاحب نے آنے جانے والوں کی آسانی کے لئے تعمیر کرادی ہے۔

مدرسہ شاہ عبد العزیز رح

مدرسہ رحیمیہ واقع مہندیان میں شاہ ولی اللہ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور جب طلبہ دین کی کثرت ہوئی اور یہ چھوٹا سا مدرسہ ناکافی ہوگیا تو شاہ عالم کی پیش کش کے مطابق شاہ ولی اللہ کلاں محل کی ایک بڑی عمارت میں تشریف لے آئے۔

پھر شاہ ولی اللہ رح کی دلی شاہ جہاں کی دلی تھی جو جامع مسجد لال قلعہ کے آس پاس بسنی شروع ہوئی تھی، اس لئے بھی شاہ صاحب کو اپنا علمی مرکز کلاں محل کے قریب منتقل کرنے کی ضرورت تھی۔

یہ مدرسہ کلاں محل بعد میں مدرسہ شاہ عبد العزیز کے نام سے مشہور ہوگیا۔

اسی مدرسہ رحیمیہ میں بیٹھ کر حضرت امام الہند شاہ ولی رح نے درس و تدریس کے ساتھ مغل خاندان پر طاری ہونے والے زوال کے سبب ہندوستان میں مسلم اقتدار کے خاتمہ کو روکنے کی سیاسی تحریک چلائی، بیرونی مسلمان بادشاہوں کو خطوط لکھے اور

ہندوستان کی مسلم حکومت کو سنبھالنے کی دعوت دی۔

آپ کے سیاسی خطوط آپ کے سیاسی تدبر پر بڑی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔

اسی مدرسہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب نے درس دیا، شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنی تعلیمی اور روحانی سرگرمیوں کا مرکز مسجد اکبر آبادی کو قرار دیا، جس کا تعارف آخر میں مع فوٹو کے شامل کر دیا گیا ہے

غدر ۱۸۵۷ء میں یہ دونوں علمی دینی اور سیاسی حریت کے مرکز لوٹ لئے گئے، مسجد اکبرآبادی کو مسمار کر دیا گیا، اس عظیم علمی خاندان کا بے مثال کتب خانہ برباد کر دیا گیا۔

کیونکہ یہ مدرسہ نہ صرف علوم اسلامی کی تعلیم اور آداب طریقت کی تربیت کا مرکز تھا بلکہ مجاہدین حق کی پہلی چھاؤنی بھی تھی، یہیں سے امام حریت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے انگریزی حکومت کے خلاف فتویٰ دیا تھا اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔

پھر اس عظیم مرکز اسلامی کو کیسے چھوڑ دیا جاتا؟

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنا روحانی جانشین اپنے نواسے شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی کو بنایا، کیونکہ آپ کے تینوں بھائی انتقال کر چکے تھے۔ اور آپ کے بھائیوں کی اولاد میں شاہ اسمٰعیل صاحب عملی جہاد کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے اور شاہ مخصوص اللہ اور مولانا موسیٰ (صاحبزادگان شاہ رفیع الدین صاحب) اس منصب جانشینی کے لیے شاہ صاحب کے نزدیک مناسب نہ تھے۔

چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے جانشین نواسہ کو اپنے مدرسہ سے علیحدہ بازار چتلی قبر پر ایک عمارت میں درس حدیث کے لئے بٹھایا۔ اب عمارت پھاٹک کیروالے کے نام سے مشہور ہے۔

واقعات دارالحکومت کے مصنف کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ شاہ اسحاق صاحبؒ

کی ہجرت کے بعد مذکورہ دونوں بزرگوں نے اس مدرسہ میں تعلیم جاری رکھی ان دونوں بزرگوں کی تعلیم و تدریس کا مرکز مدرسہ شاہ عبدالعزیز ہی رہا۔

شاہ اسحاق صاحب کے بعد شاہ عبدالغنی صاحب مجددی جو آپ کے جانشین تھے انہوں نے تعلیم حدیث کا سلسلہ شروع کیا پھر یہ مدرسہ ویران ہوگیا

مدرسہ رحیمیہ کا دوبارہ اجراء

۱۳۱۰ھ میں شاہ رفیع الدین صاحب کے نواسہ سید ظہیر الدین عرف سید احمد صاحب نے مدرسہ شاہ عبدالعزیز میں دینی مدرسہ جاری کیا اور ایک اعلان کیا گیا:

"مدرسہ کہنہ شاہ عبدالعزیز صاحب تیس چالیس سال سے غیر آباد ہوگیا تھا اب شاہ رفیع الدین صاحب نے نواسہ سید احمد صاحب نے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ یہ مدرسہ جاری کیا ہے، جس میں معقول اور منقول سارے علوم پڑھائے جاتے ہیں"

اس اشتہار میں مسلمانوں سے مدرسہ کی امداد کے لئے اپیل جاری کی گئی ہے۔

یہ اشتہار انفاس رحیمیہ (مکتوبات شاہ عبدالرحیم رح) کے آخری صفحہ پر درج ہے۔ یہ کتاب بھی سید احمد صاحب نے اپنے مطبع ــ مطبع احمدی ــ میں چھاپی ہے۔ یہ مطبع مدرسہ عزیزیہ سے متعلق تھا اور اس کے مالک سید احمد صاحب تھے۔

پھر نہ جانے یہ مدرسہ بھی کب انقلاب کی نذر ہوگیا۔

موجودہ جامعہ رحیمیہ کی منتظمہ کمیٹی کے محترم ارکان

- متولی جناب الحاج علی محمد صاحب شیر میوات
- جناب ولی محمد صاحب خلف الصدق جناب متولی صاحب
- مولانا مفتیہ الدین صاحب ● مولانا سید انیس الحسن صاحب
- جناب حاجی نبی احمد صاحب تاجر جفت بلیماران ● جناب حاجی محمد شفیع مالک پیکارڈ واچ کمپنی چاندنی چوک۔
- حاجی رئیس احمد صاحب تاجر ● نواب میاں صاحب سوداگر جفت بلیماران ● حافظ فضل مبین صاحب ترکمان گیٹ ● جناب حاجی ضیاء الدین صاحب چوڑی والان دہلی۔

ہندوستانی مسلمانوں کی



نشاۃِ ثانیہ



اس سے مراد ۴۷ء کے قیامت خیز انقلاب کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو تقسیم سے پیدا شدہ تباہی سے نکالنا اور آزاد ہندوستان کے جدید ماحول میں انہیں شہری حقوق کے ساتھ باعزت ملت کے طور پر زندہ رہنے کے قابل بنانا ہے۔

تقسیم نے مسلمانوں کو جان و مال اور تہذیب اور مذہب کی تباہی میں مُبتلا کر دیا تھا باثر لوگ ہجرت کر گئے تھے اور فرقہ پرست طاقتیں یہ نعرہ لگا رہی تھیں کہ مسلمانوں کو پاکستان مل گیا اب ہندوستان میں انہیں باعزت طور پر زندہ رہنے کا حق نہیں۔

پاکستان چونکہ مسلم مملکت کے طور پر وجود میں آیا اس لیے اس تنگ نظر طبقہ نے ہندوستان کو ہندو مملکت اور ہندو راشٹر بنانے کا مطالبہ شروع کیا،

ادھر پاکستان کے مذہبی رہنماؤں نے اپنے رہنماؤں سے یہ مطالبہ کیا کہ پاکستان کو ایک خالص اسلامی اسٹیٹ بنایا جائے اس کے جواب میں اگر ہندوستان میں ایک مذہبی ہندو اسٹیٹ بنتا ہے اور مسلمان اس ہندو اسٹیٹ میں ذمی (محکوم رعایا) بنا دیئے جاتے ہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں نے ہندوستان کی متنوع اور رنگارنگ آبادی کے پیش نظر اسے ایک سیکولر (غیر مذہبی) جمہوریت بنانے کے لئے ایک سیکولر دستور بنایا اور ہندوستان کو جمہوری ملک قرار دیدیا گیا۔

اس دستوری جد و جہد میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن اور دوسرے مسلم رہنماؤں نے بھرپور حصہ لیا اور ہندوستان کو ایک مذہبی ہندو اسٹیٹ کی راہ پر چلنے سے روکا۔

جماعت ولی اللّٰہی کی جدوجہد

علمارِ حق کی وہ جماعت جس نے آزادی کی تحریک میں ملک کی قیادت کی تھی اور برادرانِ وطن کے دوش بدوش آزادی کے لئے قربانیاں دی تھیں وہ جماعت آزادی کے بعد مسلمانوں کے ملی اور مذہبی تشخص کی حفاظت کے لیے سرگرم عمل ہو گئی ــــــــ کیونکہ فرقہ پرست طبقہ اپنے ناپاک منصوبہ میں مشغول تھا۔

یہی وہ علمارِ حق تھے جن پر تحریکِ آزادی کے دور میں تقسیم پسند مسلمان یہ الزام لگاتے تھے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو ہندو تہذیب کے غلبہ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں۔

اب وہ اعتراض کرنے والے مدعیانِ اسلام یا ملک چھوڑ کر جا چکے تھے یا حالات سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو ان کی قسمت کے حوالہ کر کے کنارہ ہو گئے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

علمارِ حق کی اس جماعت کے قائد مولانا آزاد تھے مولانا آزاد بحیثیت صدر کانگریس آل انڈیا کانگریس کے اجلاس منعقدہ رام گڈھ ۱۹۴۰ء کے خطبہ میں یہ واضح اعلان کر چکے تھے۔

"میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں، میں تیار نہیں کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔

اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم و فنون اور اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔

بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی اور کلچرل دائرہ میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی، وہ اس راہ میں میری راہنمائی کرتی

ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، میں ہندوستان کی ایک ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں۔ (خطبات کانگریس صد ۳۹)

اسی کے تحت مسلمانوں نے اپنے ملی تشخص اور شہری حقوق کی حفاظت کی جدوجہد آزاد ہندوستان میں شروع کی۔

آزادی کے بعد مولانا آزادؒ نے ایک بیان میں فرمایا تھا

"اگر سمپورنانند جی نے یوپی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ تعلیم کے مسئلے میں ہندو مسلم کا امتیاز دیکھنا نہیں چاہتے اور نہ کلچر و تہذیب کے معاملے میں ہندو مسلم امتیاز پسند کرتے ہیں تو یقیناً انھوں نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا جو مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا، نہ تو کانگریس ہی کا یہ مقصد ہے اور نہ مسلمان ہی اس مقصد سے قیامت تک متفق ہو سکتے ہیں کہ ہندوستان سے مسلم تعلیم، مسلم کلچر، مسلم تہذیب اور مسلم خصائص کے امتیازی اوصاف فنا ہو جائیں اور وہ ہندوستان کی متحدہ قومیت میں جذب ہو کر، جرمن یا انگریز کی طرح ہندوستانی قوم کے سوا کچھ نہ رہیں۔

"مسلمانوں کو صاف طور پر چلا کر اور پکار کر یہ اعلان کر دینا چاہئے اور اس اعلان کو ہر در و دیوار پر نقش کر دینا چاہئے کہ وہ ہندویت میں جذب ہونے کے لئے ایک لمحہ کے واسطے بھی تیار نہیں۔ بحیثیت مسلمانوں کے ان کی جو ملی خصوصیات ہیں ان کو وہ نہ صرف باقی رکھیں گے بلکہ ان کو ترقی دیں گے۔[۱]

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ

مولانا مدنیؒ کو حوادث نے بجھا دیا تھا، پھر بڑھاپے کا دور تھا، اس کے باوجود اس مرد مجاہد نے ہندوستان کے کونہ کونہ میں پہنچ کر مسلمانوں کے اندر ایمانی جوش پیدا کیا۔

[۱] ماہنامہ "جامعہ" دہلی بابت فروری ۱۹۰۲ء

مولانا مدنی تحریک آزادی کے سرفروش مجاہد تھے، مولانا کی آواز میں اثر، ان کے کردار میں اخلاص تھا، ان کے سینے میں مسلمانوں کے مصائب پر دھڑکتا ہوا دل تھا، مولانا روحانیت کے روشن مینار تھے آخر عمر میں مولانا کی طرف خلق خدا کا بے پناہ رجوع ہوا جس طرف جاتے ہزاروں بندگان الٰہی ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔

مولانا کی دعوتی سرگرمی نے مسلمانوں کو حوصلہ دیا، ہمت دی، اور فسادات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ان میں جرأت پیدا کی۔

مولانا مدنی وہ واحد مرد غیور تھے جنہوں نے آزاد ہندوستان کا اعزاز پدم بھوشن لینے سے انکار کر دیا۔ اور آخر دم تک ایک درویش اور مجاہد کی طرح اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے محاذ پر سرگرم عمل رہے۔

مفتی محمد کفایت اللہ مفتی اعظم رح

حضرت مفتی صاحب آزادی کی تحریک کے قائد تھے۔ ۴۷ء کے ہنگاموں نے اس مدبر درویش اور فقیہ امت کی کمر جھکا دی تھی۔ مفتی صاحب نے مسلمانوں کو ہندوستان میں رہ کر اسلام کی شمع کو روشن رکھنے کی مسلسل تلقین فرمائی اور ہزاروں مسلمان مفتی صاحب کی استقامت کو دیکھ کر مشکلات کو سہارتے رہے۔

مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رح

مولانا مرحوم پر حوادث کا گہرا اثر تھا، بارہا مولانا کو میر تقی میر کا یہ شعر گنگناتے دیکھا

دیدنی ہے شکستگی دل کی....

کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

مولانا احمد سعیدؒ اپنی محبوب دلی کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور فسادات کی آگ بجھانے کے لئے رات دن دوڑ دھوپ میں لگے رہتے تھے، مولانا حفظ الرحمان اور مولانا محمد میاں صاحب کے ساتھ کبھی جواہرلال کے پاس، کبھی مولانا آزاد اور گاندھی جی کے پاس اور کبھی مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے مسلم محلوں کا گشت۔

مولانا کو قلب کی بیماری نے گھیر لیا تھا، اسی حالت میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے اسی کام کے لئے زندہ رکھ چھوڑا ہے، ورنہ زندگی کا لطف ختم ہو چکا ہے۔

مولانا حفظ الرحمن صاحب مجاہد ملت رح

اس جدوجہد میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن صاحب مولانا آزاد کے دستِ راست تھے، ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات ہوں یا مسلم تہذیب پر ہونے والے حملے ہوں، مولانا مرحوم نے اس دور ابتلاء میں ایک مجاہد کی طرح اسلام اور مُسلمانوں کی خدمت کی۔ مولانا پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ جمعیتہ علماء کے ناظم عمومی اور آل انڈیا کانگریس کے ممبر۔

پارلیمنٹ میں کانگریس کے اجلاس میں، پبلک پلیٹ فارم پر جمعیتہ علماء کے عظیم اجلاسوں میں مولانا نے ہر جگہ اپنی پر زور خطابت اور مخلصانہ کردار کے ذریعہ اعلان حق کیا، مسلمانوں پر کی جانی والی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھائی، کسٹوڈین کی تباہی میں مسلمانوں کو قانونی اور ہر ممکن امداد پہونچانے کا انتظام کیا۔

مولانا کی زندگی تک جمعیتہ علماء ہند کا دفتر مسلمانان ہند کا قومی اور مذہبی سکریٹریٹ تھا۔ ہر نقطہ نظر کے مسلمان بلا امتیاز مذہب و مسلک مولانا کی قیادت میں مجتمع رہے۔

مولانا مرحوم اپنی سیاسی تقریروں میں فارسی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام وسندان داشتن

یہ حقیقت ہے کہ پارلیمنٹ کی کرسی پر بیٹھ کر اور سرکاری حلقوں میں ایک مقتدر مقام رکھتے ہوئے مجاہدِ ملت نے دینی حمیت اور ملی غیرت کو جس طرح قائم رکھا اس کی مثال ملنی مشکل ہے

مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی

مولانا مرحوم جمعیتہ علماء کے دل و دماغ تھے مجاہد ملت زبان تھے تو مولانا جمعیتہ علماء کی قلم تھے، تعمیری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ کی قلم نے علماء حق کی قربانیوں کو زندہ جاوید کیا۔ مجاہد ملت کے دست و بازو تھے، دینی تعلیم کی تحریک کو ملک کے کونے

کو نے میں عملی طور پر پہونچانا اور دینی مکاتب قائم کرنا مولانا ہی کا کارنامہ ہے۔

آزادی کے بعد فوراً نئی نسلوں میں دین کی حفاظت کا کام بنیادی تھا، دینی تعلیمی تحریک جو مولانا آزاد کی تحریک اور مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ کی عملی سرگرمیوں اور ملی تدبر کا نتیجہ تھا اسے چلانے کا کام مولانا محمد میاں ہی کے ہاتھ میں تھا جسے مرحوم نے کامیابی کے ساتھ چلایا۔

وہ علاقے جو تقسیم کے نتیجہ میں مسلمانوں کی آبادی سے خالی ہو کر کمزور ہو گئے تھے، ان علاقوں کے بچے کھچے مسلمانوں کو ارتداد کے خطرہ سے بچانے کے لئے مولانا مرحوم نے ان دشوار حالات میں رات دن دورے کیے، ہماچل پردیش کے پہاڑی علاقے، راجستھان بیاور واجمیر کے علاقے، میوات کے راجستانی علاقے، ان سب علاقوں میں دینی مکتب قائم کیے۔

ہم خدام نے ان سرگرمیوں میں مولانا مرحوم کے اخلاص اور جفاکشی اور دن کو زبان و قلم کی سرگرمی اور رات کو عبادت گذاری کے وہ منظر دیکھے، جن کی داستانیں اسلاف کے تذکروں میں پڑھی تھیں۔ مولانا احمد سعید صاحب جیسے مردم شناس عالم مولانا مرحوم کو جمعیۃ علماء کا ذوالنون مصری کہا کرتے تھے۔

عمر کے آخری حصہ میں جب جمعیۃ علماء کو ان کی خاص ضرورت تھی حالات کی ستم ظریفیوں نے ان کو تعلیمی اور تدریسی دائرہ میں محدود کر دیا اور مولانا نے مدرسہ امینیہ میں حدیث وفقہ کے شیخ کی حیثیت سے مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی یاد تازہ کر دی۔

مولانا مرحوم نے ہندوستان کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر جمعیۃ علماء میں مباحث فقہیہ کا شعبہ قائم کیا۔ اگر جماعتی کشمکش مرحوم کو مہلت دیتی تو جن عائلی مسائل نے آج پریشان کر رکھا ہے مرحوم سید صاحب ان کے حل کا راستہ نکالنے کے لئے علماء ہند کو اس اہم دینی ضرورت پر جمع کر دیتے۔

یہ دونوں ہستیاں مسلمانان ہند کے لئے قدرت کا خاص عطیہ تھیں، صوفیاء کی اصطلاح میں ایسی ہستیوں کو رجال الغیب اور مردانِ غیب کہا جاتا ہے۔

مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رح

مفتی صاحب مجاہد ملت کے رفیق خاص تھے۔ جمعیۃ علماء کے ارکان ثلثہ میں شامل تھے۔ خالص فکری آدمی تھے، عملی جدوجہد مفتی صاحب نے اپنے تصنیفی اور اشاعتی ادارہ ندوۃ المصنفین کے لئے خاص کر رکھی تھی، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی جو اپنے دور کے بڑے مفتی اور شیخ طریقت تھے۔ ان کے صاحبزادے تھے اس لیے صاحبزادگیت کے آثار مفتی صاحب میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی ساری صلاحیتیں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے سپرد کر رکھی تھیں، یہ صاحبزادگیت کا اثر تھا۔

مفتی صاحب بڑے مرنجا مرنج بزرگ تھے، اور یہ وصف ان کی دوسری صفات پر غالب تھا۔ اور اسی وصف کی بنا پر مفتی صاحب متضاد خیالات رکھنے والوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے بڑی خوبی کے ساتھ کام لے لیا کرتے تھے، مجلس مشاورت مفتی صاحب کی اسی صلاحیت کا ثمرہ تھی، جس کو مفتی صاحب نے قائم کیا اور اسے چلایا۔

مولانا محمد مسلم صاحب ایڈیٹر اخبار دعوت جیسا مخلص انسان اس جدوجہد میں مفتی صاحب کا دستِ راست اور معین کار تھا۔

مولانا نور الدین صاحب بہاری

تحریک آزادی کے مرد مجاہد تھے۔ سیاست کے ساتھ خودداری جمع نہیں ہوتی۔ مگر ان کی ذات دونوں متضاد صفات کی جامع تھی۔

۴۷ء کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے ناظم رہے۔ زندگی بھر محنت کر کے اپنی معیشت کا سامان کیا، اس لیے آخر میں بھوپال کے قریب ایک زراعتی فارم میں مشغول ہو گئے، اور اسی کسبِ حلال کی جدوجہد میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

مولانا عبد الماجد صاحب دہلوی

بہترین واعظ تھے، مولانا حفظ الرحمٰن اور مولانا احمد سعید صاحب کے معین کار تھے۔ سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ زندگی بھر

درس قرآن دیا اور حافظ محمد نسیم صاحب کے میونسپل الیکشن کی ہنگامہ آرائیوں میں مصروف تھے کہ قلب کے حملہ کا شکار ہو کر خدا کو پیارے ہو گئے۔ خواجہ باقی باللہ کی درگاہ کے دروازہ پر مدفون ہیں ان کی قبر بے نشان ہو گئی اور حدیث پاک کے مطابق مغفرت خداوندی کے مستحق ہو گئے۔

مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی

جمعیۃ علماء کے ابتدائی معماروں میں سے تھے۔ قرآن کریم کے بہترین حافظ تھے۔ عربی کے ماہر تھے، ساری زندگی قومی سرگرمی میں گذاری، شدھی سنگھٹن کی تحریک میں زبردست کام کیا، ہر تحریک میں آگے رہے، بڑھاپے میں کہاں جاتے، آخر وقت تک جمعیۃ علماء کے دفتر میں مقیم رہے، پھر اپنے وطن ملیح آباد جا کر خدا کو پیارے ہو گئے۔

مولانا کی ذات قرآن کریم کا زندہ معجزہ تھی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مولانا مرحوم احرار ہند کے مجاہد قافلہ کے بچھڑے ہوئے مسافر تھے۔ تقسیم ہند نے اس جماعت مجاہدین کو منتشر کر دیا، مولانا اس کے صدر تھے۔ مسلمانان ہند کی خدمت کا درد مرحوم کو ہندوستان واپس لے آیا۔

آزادی کی تحریک میں مولانا کا نہایت اونچا مقام تھا، اس تعلق سے بڑے بڑے لیڈر مولانا کا حد درجہ احترام کرتے تھے اور مولانا مسلمانوں کے جس کام کے لیے جاتے تھے اسے انجام دیتے تھے۔

مولانا بڑے سے بڑے سیاسی لیڈر کو اپنے خاص جلالی انداز میں ڈانٹ دیا کرتے تھے اور وہ لوگ بڑی نیاز مندی سے مولانا کی ڈانٹ سنتے تھے

چھوٹوں کے ساتھ مولانا کا نہایت حوصلہ افزا اور مشفقانہ برتاؤ ہوتا تھا اور خورد نوازی مجلس احرار کے تمام بزرگوں کی مشترک خصوصیت تھی۔

میر مشتاق احمد صاحب

۴۷ء کے قیامت خیز ہنگاموں میں دلی کے مسلمانوں کی حفاظت میں قابل قدر جد و جہد کی، ایک مرد مجاہد کی طرح رات دن دوڑتے تھے۔ دلی کبھی میر صاحب کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتی۔

امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی بہاری امارت شرعیہ کے قائد، مولانا مدنی رح کے معتمد، مفکر، مجاہد اور بڑے منتظم۔ آج وہی اکابر کی یادگار ہیں، امارت شرعیہ اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے روح رواں ہیں۔

مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تعارف سے بے نیاز، دارالعلوم جیسے علمی ادارہ کو کامیابی سے چلانے کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور روحانی قیادت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جمعیۃ علماء کے رہنماؤں نے ہمیشہ احترام و اکرام کے ساتھ موصوف کو آگے رکھا۔

زندگی کے نہایت کٹھن امتحان میں اسلاف جیسے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔

مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی علمی اور فکری آدمی تھے، مشہور صاحب قلم، صاحب نظر مجاہد ملت اور مفتی صاحب کے رفیق کار، اسی میدان میں اپنی سرگرمیوں کو محدود رکھا۔ عملی جدوجہد سے دور رہے۔

مولانا امداد صابری مولانا شرف الحق صاحب صدیقی کے صاحبزادے ہیں۔ سیاست اور صحافت دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں۔ انگریزوں کے سیاسی اقتدار اور ان کے تہذیبی اقبال کے خلاف جماعت ولی اللّہی نے جو جدوجہد کی اس میں مولانا کے والد اور خود مولانا کا بڑا حصہ ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب فیقر دہلوی دہلی کے لچھے دار انداز میں وعظ و تفسیر بیان کرنے میں مرحوم کی ذات منفرد تھی، عقائد کی اصلاح میں ولی اللّہی مشن کے سرگرم علمبردار تھے۔

مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط الجمعیۃ اخبار کے چیف ایڈیٹر تھے، مولانا نے الجمعیۃ اخبار کے ذریعہ فرقہ پرستی کے خلاف آواز اٹھائی، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرنے اور ساتھ ہی مسلم معاشرہ کی اصلاح کرنے میں ایک عظیم مصلح کا رول ادا کیا۔

فارقلیط صاحب اس وقت آواز حق بلند کرتے تھے جب مسلمانوں کے لیے ہندوستان کی

گرم فضا میں سانس لینا بھی مشکل تھا۔

فارقلیط صاحب نے آزاد ہندوستان کی نئی فضا میں مسلمانوں کو لکھنا اور بولنا سکھایا، دینی حمیت کو قائم رکھا، آزاد ہندوستان میں جس قومی شعور کی ضرورت تھی وہ پیدا کیا۔

مسلمانان ہند کو حالات کی پیدا کردہ مایوسی سے بھی بچانے کی کوشش کی اور بے موقعہ جوش وجذبات کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا۔

مرحوم نے مسلمانوں کو ملی اتحاد کی ضرورت سے باخبر کرنے کے لیے زبردست قلمی جدوجہد کی۔

مولانا حفظ الرحمٰن کی جمعیۃ علماء نے فارقلیط صاحب کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کیا اور اوپر کی شکایتوں کے باوجود الجمعیۃ کی قیادت مولانا کے ہاتھ میں رکھی گئی لیکن جب یہ تاریخی جماعت دوسرے دور میں داخل ہوئی تو مولانا کو ریٹائر کر دیا گیا۔

یہ اس تاریخی جماعت کے نئے دور کا اعلان تھا۔ اس دور کا جس کی انتہا آج ہمارے سامنے ہے

مولانا شاہد میاں فاخری الہ آبادی مولانا فاخر الہ آبادی کے صاحبزادہ تھے، تحریک آزادی میں سرگرم رہے ــــ آزادی کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کی جدوجہد میں بھی قائد کے طور پر جمعیۃ علماء کے ساتھ رہے۔ اتر پردیش جمعیۃ کے صدر تھے، مرکزی مجلس عاملہ کے ممبر تھے۔

جمعیۃ علماء کے اجلاسوں میں مسلم مسائل پر بے دھڑک بولتے تھے، نہایت شریف آدمی اور درویش صفت بزرگ تھے۔

مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہانپوری اتر پردیش جمعیۃ کے ناظم اور پھر صدر رہے۔ جدوجہد کے آدمی تھے۔ جمعیۃ علماء (رضا کار) کے سالار بھی رہے مولانا مدنیؒ کے ساتھ دوروں میں شریک رہتے تھے، آزادی کے بعد مسلم مسائل میں بڑے سرگرم رہے۔

مولانا حامد الانصاری غازی بڑے باپ کے بیٹے ہیں، ان کے والد شیخ الہندؒ کی تحریک کے اہم رکن تھے، بہترین صحافی اور مفکر ہیں، جمعیۃ علماء بمبئی کے صدر تھے، بمبئی جیسے اہم شہر میں دینی اور قومی سرگرمیوں کے قائد رہے، دار العلوم کے حادثہ کے بعد بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ کے داماد ہیں۔

مولانا ابو الوفار شاہجہانپوری مرکزی جمعیۃ علمار کی مجلس عاملہ کے ممبر تھے، اصلی میدان وعظ و تقریر تھا، شیریں بیانی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ملی جد و جہد میں بحیثیت مقرر کے اکابر جمعیۃ کے ساتھ رہے، زندگی کے آخری ایام معذوری میں گزارے۔ بڑی خودداری اور درویشانہ قناعت کے ساتھ زندگی کے اس نازک امتحان کا سامنا کیا۔

مولانا اسعد مدنی صاحب مولانا مدنی کے حوصلہ مند صاحبزادے، اس وقت کی جمعیۃ علمار کے سب کچھ، راجیہ سبھا کے ممبر، دار العلوم دیوبند کے سرپرست، نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کی مشہور شخصیت۔

مولانا سید احمد ہاشمی ایم پی جمعیۃ علمار ہند کے ناظم عمومی رہے۔ مسلمانوں کے معاملات میں نہایت مخلصانہ سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ بحیثیت ایم پی کے آج بھی بھاگ دوڑ میں رہتے ہیں اور جو کچھ بن پڑتا ہے کرتے ہیں۔

مولانا محمد سالم صاحب قاسمی حضرت مہتمم صاحب کے نورِ نظر ہیں، خاندانِ قاسمی کی یادگار ہیں۔ جامعہ رحیمیہ کے خاص معاون و دعار گو ہیں، دار العلوم جامع مسجد کے مہتمم و سرپرست ہیں

مولانا سید انظر شاہ صاحب مسعودی مشہور محدث کبیر مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے خلف رشید ہیں، درس حدیث میں اسلاف کی یادگار ہیں، قحط الرجال کے اس دور میں اپنے فن کے واحد مالک ہیں۔

دار العلوم جامع مسجد دیوبند کی رونق ہیں اور ہم سب کی امید گاہ ہیں۔

مولانا ازہر شاہ قیصر محدث کشمیری کے بڑے صاحبزادے ہیں — ابھی حال میں وصال فرمایا لیکن یقین نہیں آتا کہ شاہ جی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اس لیے — صاحبزادے تھے۔ کے الفاظ قلم سے نہیں نکل سکے۔ شاہ جی نے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کی حفاظت کے لیے زندگی بھر اپنے پختہ شعور اور حساس قلم کو سرگرم رکھا۔

مرحوم بڑے بڑے قومی اخبارات اور دینی رسائل کے مدیر رہے ہیں۔

مولانا محمد سعید صاحب کونسلر | مولانا احمد سعید صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ دلی میونسپل کمیٹی کے ممبر رہے بڑے شریف الطبع اور مسکین فطرت آدمی تھے، مولانا احمد سعید صاحب کی قلمی خدمات کو زندہ رکھنے کے لئے ایک کامیاب تجارتی ادارہ قائم کر گئے۔

حکیم عبدالحمید صاحب | ہمدرد دواخانہ کے متولی تعمیری صلاحیتوں میں عہدِ اول کے آدمی، ان کے برادر خورد حکیم محمد سعید صاحب بھی پاکستان میں منفرد ہستی کے مالک، نہ صرف طب یونانی بلکہ علم و ادب اور دین و دانش کے وہ زندہ جاوید کارنامے اپنے بعد چھوڑ کر جائیں گے جن سے ملی تاریخ کے روشن ابواب مرتب ہوں گے۔

مرزا محمود بیگ صاحب | بیگ صاحب نے تعلیمی میدان میں مسلمان بچوں کی بڑی خاموش مدد کی اور اسی مقصد کے تحت اپنے سارے خاندان سے کٹ کر دلی میں رہے، بیگ صاحب سخت بیمار تھے، راقم نے آبدیدہ ہو کر کہا مولانا احمد سعید گئے، مولانا حفظ الرحمن گئے اب دلی والوں کی نگاہیں آپ پر ہیں، بولے، مولوی صاحب! اقبال کہہ گیا ہے ؎

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا　　مجھے فکر جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا

پھر بولے ــــــ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تاریخ نے جو کروٹ لی ہے اس کا عمل پورا ہو کر رہے گا، بیگ صاحب فلسفی تھے، بڑا معنی خیز فقرہ کہہ گئے۔

محمد عمر کریلیں والے | انجمن قوم پنجابیان کے سکریٹری تھے، ملت کے اجتماعی کاموں سے ہمیشہ گہری دلچسپی لی، نہایت سنجیدہ اور مفکر قسم کے آدمی تھے، ریاض عمر صاحب ان کے خلف الرشید ہیں جو دلی کالج میں استاد ہیں

حاجی محمد شفیع صاحب گھڑی والے | دینی اداروں کو سنبھالنے میں دردمندی کے ساتھ دلچسپی لیتے ہیں۔ ملی احساس سے مزین ہیں، پنجابی برادری کی شاندار روایات کے وارث ہیں۔

حاجی محمد فاروق صاحب | اس دولت مند درویش نے دین و دولت کے متضاد تقاضوں کو جس طرح جمع کیا اس کی مثالیں بہت کم نظر آتی ہیں، ملی اور دینی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس میں مرحوم کی خدمات کا اثر نہ ملتا ہو، تقسیم سے تباہ ہونے والی دلی کے لئے حاجی صاحب کی ذات نصرت غیبی کے برابر تھی، مسلم مسافر خانہ، بلیماران ہمارے سامنے ہے، مرحوم کی خدمات بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں، ان کا صلہ نیک اولاد کی شکل میں دنیا کے اندر

مفتی ضیاء الحق صاحب دہلوی

دارالعلوم کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں. مفتی کفایت اللہ صاحب کی تربیت میں افتاء کی صلاحیت پیدا کی، دلی کی مختلف مساجد میں درس قرآن کریم کی رونق قائم رکھی، دلی کی صاف و شستہ زبان کے اچھے مقرر ہیں. عربی کے عالم ہونے کے ساتھ انگریزی کے گریجویٹ ہیں، جامعہ رحیمیہ کے مہتمم رہے، حالات کی ستم ظریفیوں نے مفتی صاحب کو ہم سے جدا کر دیا، دلی والے مفتی صاحب کو فراموش نہیں کر سکتے اور نہ مفتی صاحب اپنے عزیز وطن کی یاد کو دل سے بھلا سکتے ہیں ؎

وہ پلٹ کے پھر نہیں آئیں گے یہ عیاں تھا طرز خرام سے

کوئی گردش ایسی بھی ہے فلک جو ملا دے صبح کو شام سے

مولانا فقیہ الدین صاحب

موصوف نے ۴۷ء کے ہنگاموں میں مجاہد ملت مرحوم کے رفیق مخلص کی حیثیت سے مسلمانوں کی بڑی مدد کی. کسٹوڈین کے محکمہ کی زیادتیوں میں بے قصور مسلمانوں پر پولس کے مظالم میں فرقہ وارانہ فسادات کی تباہ کاریوں میں — جن حضرات نے مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں مظلوم مسلمانوں کو سہارا دیا ان میں فقیہ صاحب کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں. ————————

فقیہ صاحب بڑے قناعت پسند اور غریب زندگی کے آدمی ہیں، اس خدمت خلق کرنے والی جماعت میں مولانا وحید الدین صاحب قاسمی ناظم جمعیۃ علماء ہند، مولانا انیس الحسن صاحب، نواب سلطان یار خاں صاحب ایڈوکیٹ، شیخ محمد احمد صاحب ایڈوکیٹ، حاجی محمد فاروق صاحب آئس کلاتھ والے، حافظ عبدالعزیز صاحب انصاری، حاجی محمد نسیم صاحب بٹن والے، شیخ عبدالحق پراچہ، شیخ چراغ الدین قریشی ایڈوکیٹ، اس دور ابتلاء کے مخلصین میں سے ہیں ان حضرات کی مالی، قانونی اور اخلاقی امداد مسلمانوں کے لیے قدرت کا عطیہ ثابت ہوئی.

مولانا محمد فاروق صاحب دہلوی

دلی کے ممتاز علماء اور سماجی کارکنوں میں سے ہیں اپنی تعمیری اور انتظامی صلاحیتوں سے بچوں کے گھر کو ایک مثالی تربیت گاہ بنانے میں مولانا کا رول بڑا اہم رہا ہے.

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

دہلی کے تاریخی مدرسہ عالیہ فتح پوری کے شیخ الحدیث ہیں آپ نے بڑی محنت اور سلیقہ سے فارسی ادب کی بنیادی کتابوں کو اردو ترجمہ اور تشریحی حواشی کے ساتھ شائع کر کے زندہ کر دیا۔ بڑے وقار اور شرافت کے ساتھ ساری زندگی دلی میں گذار دی۔

مولانا محمد حسین فقیر اور ان کا خاندان

مولانا محمد حسین صاحب فقیر دہلوی ولی اللٰہی جماعت

کے بہت بڑے مصلح واعظ اور درویش تھے۔ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کے روحانی مجاز تھے اور مولانا گنگوہی سے بھی آخر میں بیعت ہو گئے تھے۔

مدرسہ حسین بخش جامع مسجد اور اس کے بعد مدرسہ حسینیہ کٹرہ گوگل شاہ ان کے وعظ وارشاد کا مرکز تھے۔

مولانا فقیر کے چار صاحبزادے تھے، مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب، مولانا عبدالرحمن صاحب راغب، مولانا محمد اسحاق صاحب، مولانا حبیب الرحمن صاحب — اول الذکر تینوں صاحبزادوں نے دلی میں اصلاحی وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رکھا، اور ان حضرات کے دور میں دلی کی مجالس وعظ مولانا شہیدؒ کی مجالسِ وعظ کا نمونہ تھیں۔

مولانا محمد اسحاق صاحب کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے پروفیسر مولانا محمد زبیر قریشی تھے۔ انہوں نے سرکاری لائن سے ریٹائر ہو کر وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رکھا، دوسرے چھوٹے لڑکے حافظ محمد عرفان تھے، یہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور دلی اس خاندان کے فیض سے محروم ہو گئی۔

مولانا فقیر کے ایک مشہور شاگرد مولانا عبدالرب واعظ دہلوی تھے۔ جو جامع مسجد سہارن پور اور مدرسہ عبدالرب دہلی کے بانی تھے۔

مولانا فقیر کی وفات ۲۲ رمضان ۱۳۲۴ھ کو ہوئی۔ آپ قبرستان مہندیان میں مدفون ہیں۔

حکیم خلیل الرحمٰن نار

تحریک آزادی میں دہلی کانگریس کے پہلے ڈکٹیٹر کے طور پر گرفتار کیے گئے، آزادی کے بعد میونسپل کونسلر رہے، ۴۷ء کے ہنگاموں میں مجاہد ملت کے دوش بدوش مسلمانوں کی حفاظت میں سرگرم رہے۔

کشن گنج میں ایک چھوٹا سا یونانی دواخانہ حکیم صاحب کا ذریعہ معاش تھا، اولاد سے محروم تھے انتہائی درویشانہ قناعت کے ساتھ زندگی گذاری۔

مولانا محمد رفیق دہلوی

صوبہ جمعیۃ علماء کے ناظم تھے۔ جی بی روڈ پر ایک لانڈری چلاتے تھے، جس میں اپنے ہاتھ سے کپڑوں پر استری کر کے گذارہ کرتے تھے، اولاد سے محروم تھے ان کی درویشانہ زندگی کے باعث مولانا احمد سعید صاحب ان کے بڑے مداح تھے۔

چودھری عبدالستار احراری

چودھری صاحب ایک سرگرم انسان تھے، دلّی میونسپل کمیٹی میں بڑے جاندار ممبر رہے۔ ۴۷ء میں مسلمان عورتوں کی بازیابی میں مسز سبھدرا جوشی، اور مردولا بہن کے ساتھ بڑا کام کیا۔ ان کے دم تک مجلس احرار کا نام زندہ رہا۔

مولانا عبداللہ فاروقی

تحریک آزادی میں مجلس احرار کے پلیٹ فارم پر بڑی تقریریں دیں۔

خاتونِ مشرق کے ایڈیٹر تھے، جامع مسجد دہلی کا منبر مولانا فاروقی، مولانا سمیع اللہ صاحب مالک کتب خانہ عزیزیہ، مولانا عظمت اللہ صاحب لکھنوی کی سرگرم تقریروں کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

مولانا ثناء اللہ عثمانی پانی پتی

تحریک خلافت سے ۴۷ء کے ہنگامی حالات تک برابر مولانا آزاد کے معتمد رفیق رہے پانی پت کے تاریخی شہر اور اس میں واقع اکابر اولیاء کے مزارات کی حفاظت کے لئے تنہا بیٹھے رہے خان عبدالغفار خاں انبالوی نے جس طرح اجڑے ہوئے پنجاب میں مسلمانوں کا نشان باقی رکھا، اس طرح عثمانی صاحب کی خدمات بھی اس حصہ میں ناقابل فراموش ہیں۔

مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب واصف: حضرت مفتی اعظم کے خلف الرشید ہیں، علم و ادب کے استاد ہیں۔ مزاج کی قناعت پسندی اور زاہدانہ کردار نے مدرسہ امینیہ کے اہتمام کو موصوف سے ترک کرا دیا، حاسدوں نے وہ اخلاقی اذیت پہنچائی کہ توبہ ہی بھلی۔ اس حادثہ کو آپ نے بڑے جگرے کے ساتھ برداشت کیا۔

امام شاہی جامع مسجد: سادات کا یہ خاندان شاہ جہاں کے وقت سے اس شاہی مسجد کی امامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

ان کے بزرگ نیکی اور سعادت کے حامل تھے، مولانا سید احمد صاحب (دادا مولانا عبد اللہ بخاری) نہایت باوقار اور خدمت خلق کرنے والے بزرگ تھے، یہ خاندان اعتقادی طور پر ہمیشہ ولی اللّٰہی مسلک سے وابستہ رہا، جس کی وجہ سے جامع مسجد شاہ جہانی توہم پرستی کے کاروبار سے بڑی حد تک محفوظ رہی۔ مولانا سید عبد اللہ صاحب بخاری اپنے اسلاف کی اس روایت پر قائم ہیں۔



مولانا ابو الحسن علی ندوی

ولی اللّٰہی تحریک کی عملی جدوجہد (تحریک جہاد) کے قائد سید احمد صاحب بریلوی تھے۔ مولانا علی میاں نے آج تحفظ شریعت کی تحریک کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قائد کے طور پر جس تدبر، ہوش مندی اور جرأت کے ساتھ چلایا ہے اس کے پیش نظر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ علی میاں اپنے جد بزرگوار کے جانشین ہیں۔

مسلمانان ہند کے ملی تشخص کو ختم کرنے کی تحریک سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ بابت نان نفقہ کی آڑ میں علانیہ شروع کر دی گئی ہے۔ اس تحریک کا مقابلہ پوری مسلم قوم ایک آواز کے

ساتھ کررہی ہے اور موت وحیات کے اس مسئلہ کی قیادت ولی اللّٰہی خاندان کا یہ مردِ جلیل کررہا ہے اور امارت شرعیہ بہار کے امیر مولانا منت اللہ صاحب رحمانی اور ان کے مخلص رفقار کا پورا حلقہ ان کا سرگرم معاون اور مددگار ہے۔

انشار اللہ تحفظِ شریعت کی تحریک اپنے پہلے مرحلہ میں کامیاب ہوگی اور اس کی کامیابی کا سہرا جماعت ولی اللّٰہی کے سر بندھے گا۔

تحفظِ شریعت کا مسئلہ صرف مسلمانانِ ہند کے شہری حقوق کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک عالمی مذہب (اسلام) میں غیر مسلم طاقت کی مداخلت کو روکنے کا مسئلہ ہے۔ اور اس حیثیت سے یہ بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم اسے اسلام کا معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں اور اکابر ولی اللّٰہی کی دعاؤں اور توجہات کی قوت ہی سمجھتے ہیں کہ حضرت علی میاں جیسا عالمی شہرت کا مالک اس اہم مسئلہ کی قیادت کے لیے سربکف ہوگیا اور امارت شرعیہ بہار کی تنظیمی قوت اس بنیادی مسئلہ کے لیے متحرک ہوگئی۔

تبلیغی جماعت ملّی احیار کی تحریک

مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی اس جدوجہد کے بانی اور داعی اوّل تھے۔ جماعتِ ولی اللّٰہی کے درویش صفت عالم، قدیم علمی اور روحانی خاندان کے چشم وچراغ، مشائخ چشت کے سوزِ دروں اور فکرِ حکیمانہ کے امین۔

وہ تحریک شروع کر گئے جس نے ۴۷ء کے خطرۂ ارتداد کو روک دیا، یہ خطرہ مرحوم کی فراستِ ایمانی نے بہت پہلے محسوس کر لیا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی نے اس جدوجہد کی رہنمائی کا حق ادا کیا۔

ولی اللّٰہی جماعت کا خیر آبادی حلقہ

شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کے ایک شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی تھے آپ مولانا اسماعیل شہید کے ہم سبق اور رفیق درس تھے، لیکن آپ کو بعض اعتقادی مسائل میں اختلاف تھا، یہ اختلاف علمی اور تحقیقی تھا، اس میں نفسانیت یا معاصرانہ حسد کو دخل نہیں تھا۔

چنانچہ مولانا شہید کی شہادت کے حادثہ کی خبر سُن کر مولانا فضلِ حق صاحب نے نہایت وقیع کلمات میں مولانا کی شہادت پر افسوس کا اظہار کیا۔

مولانا فضل حق صاحب کے حلقہ کو ولی اللّٰہی جماعت ہی کا ایک حصہ کہا جائے گا۔

دہلی میں اس حلقہ سے تعلق رکھنے والے بزرگ حسب ذیل تھے:

مولانا کرامت اللہ خاں صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ تھے، بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجدّدی کی روحانی تربیت گاہ بھی جامع مسجد کے علاقہ میں صوفیائے متقدمین کی یادگار تھی۔ اب ان کے فاضل اور بزرگ صاحبزادے مولانا شاہ ابوالحسن صاحب زید فاروقی ان کی یادگار ہیں۔ یہ خانقاہ ان کے دم سے بارونق ہے، بڑے شریف اور عالی طبیعت کے مالک ہیں۔

مولانا محمد عمر اخوندجی، اپنے وقت میں دلی کے نہایت عابد و زاہد گوشہ نشین بزرگ تھے۔ بیعت وارشاد اور دعاؤ درود کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرتے تھے، فراش خانہ میں آپ کے نام کی مسجد ہے، جس میں ساری زندگی گذاری۔

مسجد فتح پوری میں مفتی مظہر اللہ صاحب امام شاہی مسجد کی روحانی خانقاہ اسی مسجد کے ایک حجرہ میں قائم تھی۔ مفتی صاحب زہد و ورع میں اسلاف کی یادگار تھے۔

ان تمام حضرات نے دلی کے مسلم معاشرہ میں بیعت وارشاد کے ذریعہ مذہبی رنگ قائم رکھنے کے لیے اپنے خاص انداز سے کوشش کی۔ ان حضرات کا رنگ اصلاحی سے زیادہ صوفیانہ تھا، اس لئے علماء دیوبند سے ان حضرات کا دائرہ کار الگ رہا۔ البتہ ان حضرات نے اس فروعی اختلاف کو سُنی بریلوی حربِ عقائد کی خانہ جنگی سے بچائے رکھا اور دلی اس حربِ عقائد سے ہمیشہ محفوظ رہی جو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں آج تک برپا ہے۔

ترکمان گیٹ کے ایک کمرہ میں ایک قلندر مزاج صوفی مولانا عبدالسلام نیازی تھے، بڑے معقولی اور فلسفی عالم تھے۔ کسی ذہنی حادثہ کا شکار ہوئے اور مجذوبانہ رنگ چڑھ گیا، لوگ ان کی قلندری سے لطف اندوز ہونے کے لیے دُور دُور سے آتے تھے۔

لال محل نظام الدین میں علامہ سید اخلاق حسین صاحب دہلوی الحمد للہ بقید حیات ہیں، دلی کے علمی اور ادبی کردار کے آخری نمائندہ ہیں، ساری زندگی سادات کرام کے نمونہ پر زہد و قناعت کے ساتھ گزار دی، حکیم سید حسین صاحب دہلوی جو دلی کی وضع داری، زبان اور ادب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ کے چھوٹے بھائی ہیں صوفیانہ ذوق ہے۔ مگر علماء دیوبند کے احترام میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں

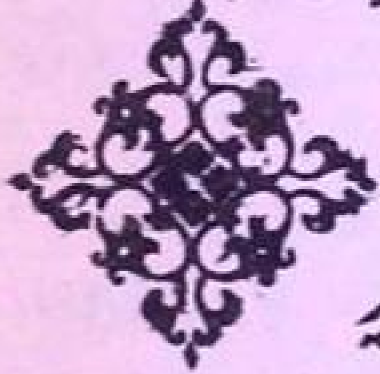
رضاخانی جماعت

علماء حق سے بالکل علیحدہ نظر آتی ہے۔ اس جماعت کے لوگ اختلاف رائے کے سنجیدہ دائرہ سے نکل کر تکفیر کے کافرانہ عمل کو اختیار کرتے ہیں حدیث پاک میں صاف صاف آتا ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنے والا خود اس کفر کا نشانہ بن جاتا ہے

فتویٰ کفر سے رجوع

جماعت رضاخانی کے امام مولانا احمد رضا خاں صاحب نے زندگی بھر کفر کے تیر برسا کر امت محمدیہ کے بڑے حلقہ کو بزعم خود کافر بنایا۔ اور خود کو واحد مسلمان بنا کر پیش کیا، لیکن جب عمر کے آخر حصہ میں داخل ہوئے تو اپنے اس فعل بد کے نتیجہ کو سامنے دیکھ کر گھبرا گئے، اور حسب ذیل فتویٰ جاری کیا۔

"امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔" (تمہید الایمان صفحہ ۴۲)





مسلم معاشرہ کے بگاڑ کی تصویر

ولی اللہی خاندان نے جس بگڑے ہوئے مسلم معاشرہ کی اصلاح کا عظیم کارنامہ انجام دیا، اس کی گھناؤنی تصویر سامنے رکھنی ضروری ہے تاکہ آج کے مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ اس حقیقت کو سمجھیں کہ اگر شاہ اسماعیل شہید اور ان کے جانشین علماء دیوبند ان مشرکانہ تصورات اور توہم پرستانہ رسوم و رواج کے خلاف جد وجہد نہ کرتے تو مسلمان عوام کہاں پہنچ جاتے۔

مغل حکمرانوں نے اپنے سیاسی اور اخلاقی زوال کے نتیجہ کو محسوس کر لیا تھا اور انہیں اپنا زوال نظر آنے لگا تھا، اس کی روک تھام کے لیے اور اس لیے کہ ہندوستان میں ان کی حکومت ہمیشہ قائم رہے انہوں نے ہندو عوام کو خوش کرنے کی خاطر ہندوانہ رسم و رواج کو قبول کرنا

شروع کردیا اور شاہی دربار سے لے کر مسلم عوام تک ان ہندوانہ رسموں کو پھیلا دیا۔

آزاد بھارت میں قومی دھارے کی تحریک

آج ہندوستان میں فرقہ پرست ہندو قومی دھارے کی تحریک چلارہے ہیں اور صاف صاف کہاجارہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہندو ماں باپ کی اولاد ہیں انہیں مسلم بادشاہوں نے زبردستی مسلمان بنالیاتھا، اس لیے ان بھارتی مسلمانوں کو اپنے قدیم کلچر اور قدیم مذہب کی طرف واپس آنا چاہیے۔ ——————————

بڑی چالاکی سے اس ارتداد کی تحریک کو کلچرل تحریک کہا جارہاہے اور یہ بتایا جارہاہے کہ مسلمان نماز، روزہ کرتے ہیں لیکن بھارت کے کلچر کو تسلیم کرلیں اور بھارت کی کلچرل رسمیں ہندوؤں کے ساتھ مل کر ادا کریں۔ ——————————

آج پوری مسلم قوم اس تحریک سے خوف زدہ ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے جان و مال کی بے مثال قربانیاں پیش کررہی ہے۔ ——————————

آج مسلمان اپنے ملی تشخص اور تہذیبی وجود کو ہندو تہذیب کے غلبہ سے بچانے کے لیے متحد ہو کر کھڑا ہو گیا ہے۔ ——————————

یہی وہ جدو جہد تھی جس کو شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے پیرو علماء دیوبند نے اس دور زوال میں شروع کیا، ورنہ یہ زوال زدہ مغل حکمراں اسلامی تہذیب کو اسی وقت ہندو تہذیب کے اوپر قربان کرچکے ہوتے۔ ——————————

اس تحریک اصلاح کو وہابی تحریک کہہ کر مسلم عوام میں بدنام کیا گیا اور مسلم عوام اپنی سادہ لوحی کے سبب اس جھوٹے پروپیگنڈہ میں آگئے اور ایک طبقہ مسلمانوں کا اس جدو جہد سے الگ رہا۔

اگر مسلمانوں میں یہ پھوٹ نہ پڑتی اور سُنی اور وہابی کی تقسیم نہ ہوتی تو مسلم معاشرہ کی مکمل اصلاح ہو چکی ہوتی، اور آج ہمیں مسلم معاشرہ کو قومی دھارے کے سیلاب میں بہنے سے بچانے کے لیے یہ پاپڑ نہ بیلنے پڑتے ——————————

ہمارے سادہ لوح اور ان پڑھ عوام کے اندر کمزوری دیکھ کر ہی —— توحید کی کمزوری اور اتباعِ سنت کی کمزوری —— فرقہ پرست ہندو یکساں سول کوڈ بنانے پر زور دے رہا ہے۔

یکساں سول کوڈ کی تحریک بھارتی دھارے کو سب پر غالب کرنے کی تحریک ہی ہے۔

آیئے ہم اس عہد کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کریں، یہ اٹھارویں صدی عیسوی اور بارہویں صدی ہجری کا پہلا نصف ہے۔

یہ وہ دور ہے جب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل سلطنت زوال اور انحطاط کا شکار ہو چکی تھی ـــ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس عہد کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور لکھا ہے کہ یہ دور مسلمانانِ ہند کی مذہبی اور اخلاقی گراوٹ کا بدترین دور تھا اور مسلمانوں کے سماجی نظام کا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا ـــ

اس کی تفصیلات کے لیے ہمیں ڈاکٹر محمد عمر صاحب ریڈر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی وہ مستند کتاب دیکھنی ہوگی جس میں موصوف نے تاریخی حوالوں سے یہ بتایا ہے کہ اس عہد کے مسلمانوں پر ہندوستانی تہذیب کا کیا اثر پڑا ـــ (۵۲۷) صفحات کی یہ کتاب مسلم معاشرہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے ـــ ذیل میں اختصار کے ساتھ چند پہلو پیش کئے جا رہے ہیں ـــ "تاریخ کہتی ہے کہ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں مغل حکمرانوں میں ہولی، دیوالی، جنم اشٹمی اور دوسرے مشرکانہ تہوار دھوم دھام سے منائے جاتے تھے، عالمگیر نے ان پر پابندی لگائی مگر اس کے بعد پھر وہی حالات واپس آگئے۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب (ج ۲ نمبر ۴۱) میں لکھا ہے مسلمان عورتیں ہولی کے دنوں میں اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھر رنگ کے مٹکے اور لال رنگ سے رنگے ہوئے چاول بھیجا کرتی تھیں صفحہ ۱۲۸ اور چند متقی مسلمانوں کے سوا سب ہی مسلمان دل کھول کر ہولی کھیلتے تھے۔

شاہ عالم ثانی کے زمانہ میں قلعہ کے اندر ہولی پر چراغاں ہوتا تھا اور سرسوتی دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔

دیوالی کے موقعہ پر دوسرے دن گوبردھن کی پوجا ہوتی تھی شاہ عالم نے اس پر اشعار کہے ہیں۔

دسہرہ دسہرہ کا جشن قلعہ کے اندر دھوم دھام سے منایا جاتا تھا اور اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کے سامنے ایک نیل کنٹھ چھوڑا جاتا تھا ـــ امراء اور عام مسلمان

اس رسم کو دیکھنے شہر سے باہر جایا کرتے تھے۔

بسنت پندرہ دن تک دہلی کے اندر مختلف مزارات پر بسنت کے میلے ہوتے تھے۔ جن کا اہتمام شہر کے روسار کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ حیات جاوید میں مولانا حالی نے لکھا ہے کہ سرسید کے نانا خواجہ فرید چونسٹھ کھمبے دلی کی بسنت کا انتظام کرتے تھے۔

درگاہ قلی خاں نے لکھا ہے کہ بسنت کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو دلی کے مسلمان درگاہ قدم شریف میں جمع ہوتے تھے[1] راستہ میں حضرت چراغ دہلوی کے مزار پر چراغاں کرتے اور تیسرے دن حضرت نظام الدینؒ کے مزار پر جمع ہوتے۔ اور ان میلوں میں قوالیاں اور مجرے دونوں کام ہوتے۔ چوتھے دن سید حسن رسول نماؒ کے مزار پر اور پانچویں دن حضرت شاہ ترکمان بیابانی کے مزار پر اور چھٹے دن قلعہ میں، شاہ ترک بیابانی سے دادا پیر مراد ہیں۔

سلونو جسے راکھی بندھن کا تہوار کہتے ہیں۔ یہ تہوار بھی قلعہ معلی کے اندر اور مسلمان عوام میں منایا جاتا تھا، اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر اس تہوار پر شاہی جلوس کی قیادت کرتے تھے اور یہ جلوس قلعہ سے حضرت قطب صاحب کی درگاہ تک جاتا تھا۔

جنم اشٹمی اس تہوار کو بھی مسلمان مناتے تھے، مرزا قتیل کا بیان ہے کہ بعض مسلمان کنس کا مجسمہ بنا کر اس کا پیٹ چاک کرتے تھے اور اس کے پیٹ کے اندر پہلے سے بھرے ہوئے شہد کو اس کا خون سمجھ کر پیتے ہیں۔

سیتلا دیوی کی پوجا حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے لکھا ہے کہ چیچک نکلنے کے زمانہ میں مسلمان عورتیں عام طور پر شرک میں مبتلا ہوتی ہیں۔ مرزا صاحب کا اشارہ سیتلا دیوی کی پوجا کی طرف ہے جو ہندو معاشرہ میں عام ہے۔

سیّدہ کی کہانی جس طرح ہندوؤں میں خوشی کے موقعہ پر ست نرائن کی کتھا کی جاتی تھی اسی طرح مسلمانوں میں مَنّت کے طور پر سیدہ کی کہانی سُنائی جاتی تھی اور دونوں قصوں کے بعض حصے ایک دوسرے کے مشابہ تھے۔

---

[1] اور رنگ رلیاں مناتے تھے دوسری تاریخ کو قطب صاحب کی درگاہ پر جمع ہوتے۔

قبر پرستی

بزرگوں کے مزارات پر جو مشرکانہ رسمیں ادا کی جاتی تھیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی وصیت کے ان لفظوں سے ان کی قباحت کا اندازہ لگایئے فرماتے ہیں ـــــ

"تم مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرتے ہو اور یہ تمہارے بدترین افعال ہیں۔" (وصیت نامہ)

مسجدیں ویران اور مزارات پُر رونق

مورخ لکھتا ہے کہ اس دور میں مساجد ویران نظر آتی تھیں اور مزارات پُر رونق تھے ـــــ یہاں تک کہ جامع مسجد دلی کے حوض پر ہندو مسلمانوں کی دکانیں لگی تھیں ان دکانوں کو مولانا شہیدؒ نے ہٹوایا بادشاہِ دلی کو توجہ دلائی اور اس عظیم مسجد کی بے حرمتی پر احتجاج کیا۔

جامع مسجد میں تصویریں

جامع مسجد کے اندر موئے مبارک کے ساتھ بزرگوں کی تصویروں کی زیارت کرائی جاتی تھی، مرزا مظہر جانِ جاناں کے ایک مہمان سید اسماعیل مدنی مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے اور جامع مسجد میں آثار شریف کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی میں انہوں نے مرزا صاحب کو بتایا کہ آثار شریف کے ساتھ بعض بزرگوں کی تصویریں بھی رکھی ہوئی ہیں۔

مرزا صاحب نے شاہ عالم ثانی کو اس کی شکایت لکھی اور اس وقت وہ تصویریں وہاں سے ہٹوائی گئیں۔

گمراہ صوفی

گمراہ صوفیوں کی جرأت کا یہ حال تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب چاندنی چوک سے گذر رہے تھے کہ رسول شاہی فرقہ کا ایک ننگا صوفی راستہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے شاہ صاحب کو دیکھ کر ان سے مذاق کیا اور اپنی شرمگاہ پر ہاتھ مار کر کہا ـــــ دیکھ! یہ اللہ کا الف ہے ـــــ لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا، شاہ صاحب حاضر جواب تھے، اس توہین کو انھوں نے ایک پُر مذاق جواب میں ختم کر دیا۔ فرمایا ـــــ یہ الف نہیں، اس کے نیچے تو دو لٹکتے ہیں ـــــ (ارواح ثلٰثہ)

یہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی نرم مزاجی تھی ـــــ آپ کی جگہ اگر شاہ اسماعیل ہوتے تو اس کے سر پر ایک ڈنڈا رسید کرتے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے گھر میں شاہی آداب کے مطابق سلام کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا رفیع الدین سلام عرض کرتا ہے، عبدالقادر تسلیمات عرض کرتا ہے ـــــ سید احمد صاحب بریلوی جب شاہ صاحب سے ملنے آئے تو انھوں نے مسنون طریقہ پر السلام علیکم کہا، ـــــ شاہ صاحب کو بہت پسند آیا اور حکم دیا۔ آئندہ سے سنّت کے مطابق ہی السلام علیکم کہا جائے ـــــ

فروعی مسائل میں تشدّد

فروعی مسائل۔ آمین، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام میں اس قدر تشدّد اور غلو پیدا ہو گیا تھا کہ آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والے کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے اور مسجدوں پر پتھر لگا دیئے گئے تھے کہ یہ مسجدِ احناف ہے اور یہ مسجدِ اہل حدیث ہے۔

گیارھویں صدی کے مجدّد

گیارھویں صدی ہجری میں ہندوستانی مسلمانوں پر صرف مذہبی زوال آیا ـــــ سیاسی اعتبار سے مغل حکومت نہایت مضبوط تھی ـــــ اس صدی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی اصلاحی جد و جہد کامیاب ہوئی اور اکبر و جہاں گیر کے بعد شاہ جہاں اور عالمگیر جیسے دین دار حکمراں سامنے آئے اور عالمگیر نے تمام مشرکانہ رواجوں اور تعیش پرستی کے مشاغل کو قلعہ سے باہر نکال دیا اور انہیں ممنوع قرار دیا۔

بارھویں صدی میں ہمہ جہتی زوال

عالم گیر کے بعد ہندوستانی مسلمانوں پر ہمہ جہتی زوال آیا، سیاسی زوال بھی اور مذہبی اور اخلاقی زوال بھی ـــــ اس زوال کو روکنے کے لیے قدرت نے خاندان ولی اللٰہی کو کھڑا کیا اس دور میں حضرت خواجہ میر دردؒ، مرزا مظہر جانؒ جاناں اور شاہ فخرالدین چشتیؒ اورنگ آبادی جیسے صوفیائے حق بھی موجود تھے ـــــ مگر مجددانہ انداز سے مسلمانوں کو جس ہستی نے انقلابی پیغام دیا وہ شاہ ولی اللہؒ تھے۔ پھر اس پیغام کو عوام میں پہنچانے والے ان کے صاحبزادگان تھے۔ لیکن یہ پیغام تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور اخلاقی اور روحانی تربیت کے دائرہ

صدّیقی برادری کا تعاون جامعہ کے ساتھ

یوں تو خاندانِ شاہ ولی اللہؒ سے پوری ملت اسلامیہ کو عقیدت مندانہ تعلق ہے، دلی والوں پر اس خاندان کا حق زیادہ ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رحیمیہ چند سال کے اندر ہی ملتِ اسلامیہ کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے اور دلّی والے اس ادارہ پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔

دلی والوں میں خاص طور پر صدیقی برادری کے حضرات (جوتے والے) درگاہ اور جامعہ کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہیں، یہ برادری حضرت صدیق اکبر کے ساتھ نسبی رشتہ رکھتی ہے۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن میں حضرت صدیق کی فراخ دلانہ مالی امداد اور دریادلی مشہور اور مسلّم ہے۔

اپنے مورث اعلیٰ کی یہ صفت اس برادری کے اندر موجود ہے اور دہلی اور پاکستان میں اس برادری کے ایثار اور انتظام میں بڑے بڑے تعلیمی اور خیراتی ادارے چل رہے ہیں، کراچی کے حاجی منصور الزماں صاحب ایک بڑا تبلیغی اور اشاعتی ادارہ چلارہے ہیں۔

دہلی میں مدرسہ کریمیہ ایک مثالی تعلیمی ادارہ ہے، حوض والی مسجد چوڑی والان میں ترجمۂ قرآن کریم کا سلسلہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سے ہی قائم ہے۔ جس کی سرپرستی یہ حضرات کرتے ہیں۔

برادری کے چند ممتاز حضرات

(۱) شیخ جمیل الرحمٰن صاحب صدیقی صدر صدیقی برادری، کراچی

(۲) حاجی نواب میاں صاحب تاج والے کراچی

(۳) حاجی احمد جمال عرف نواب میاں دلّی

(۴) حاجی احمد جمال خلف جناب حافظ عبدالمنان صاحب بنیے والے

پاکستان کی جماعتِ ولی اللّٰہی



تقسیم کے بعد پاکستان کی نئی مملکت میں نیکی اور عام رفاہیت کی فضاء پیدا کرنے اور سنت نبوی کے خلاف مسلم معاشرہ میں جاری بدعات کے انسداد میں مسلک ولی اللّٰہ سے تعلق رکھنے والے علماء اور مشائخ نے جو قابلِ تقلید جدوجہد کی ــــ اور وہ آج تک جاری ہے ــــ اسے اسلام کی تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اس جماعت کے اکابر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز شاگرد مولانا احمد علی صاحب لاہوری، حضرت عبیداللہ سندھی کے لائق شاگرد و رفیق، روحانی اخلاص میں صوفیاء ربانی کی یادگار، مفتی محمد شفیع صاحب دار العلوم لانڈھی کے بانی، اپنے دور کے فقیہ محدث اور مفسر، حضرت شیخ الہند اور حضرت تھانویؒ کے فیض یافتہ بزرگ، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، محدثِ ہند حضرت کشمیریؒ کے شاگرد رشید، علم و فضل میں اسلاف کی یادگار مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی، شاہ ولی اللہ کے اجتماعی فکرِ دین کے عظیم ترجمان و داعی، ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کے مجاہد، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، خطابت اور روحانیت دو متضاد خوبیوں کے جامع، عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی روح کے مالک، مدنی نانا کے چہیتے نواسے، مولانا عزیز گل صاحب، حضرت شیخ الہند کے محبوب خادم، اسلاف کی یادگار حضرت لاہوری کے خلف الرشید مولانا عبیداللہ صاحب انور، مرد مجاہد، جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر اور صوبہ سرحد و پنجاب میں ولی اللّٰہی فکر و جہاد کو زندہ رکھنے والے دوسرے علماء کرام۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی پاکستان، ولی اللّٰہی تحریک دعوت بالقرآن کو نہایت ہی معقول تنظیم کے ساتھ چلانے والے، اتحاد مکاتب فکر کے واحد علم بردار تطبیق بین الافکار کے کامیاب ترجمان، مولانا سعید الرحمن علوی، ایک مرد مجاہد، قلم کا دھنی، دل کا غنی، ڈاکٹر صاحب کے حلقہ میں علماء قدیم کا مخلص نمائندہ۔

مسلم پرسنل لا، کی تحریک تحفظ شریعت میں مولانا قاسمی نے جامعہ رحیمیہ اور دہلی کے علماء کی نمائندگی میں سرگرم حصہ لیا اور متعدد عظیم اجتماعات کو مخاطب کیا، مولانا دلی ایکشن کمیٹی کے کنوینر اور اصلاح معاشرہ کمیٹی دلی کے صدر ہیں۔

شاہ ولی اللہ لائبریری کی شدید ضرورت

جامعہ رحیمیہ کے منصوبوں میں ایک اہم منصوبہ شاہ ولی اللہؒ لائبریری کا قیام ہے، جس میں شاہ صاحب اور آپ کے صاحبزادوں کی تمام کتابیں اور ولی اللّٰہی افکار پر لکھی گئی مختلف اہل قلم کی تصنیفات جمع ہوں تاکہ شاہ صاحب پر تحقیقی کام کرنے والے حضرات اس سے استفادہ کر سکیں۔

اس سلسلہ میں ہندو پاکستان کے تمام مصنفین سے درخواست ہے کہ وہ تعاون فرمائیں۔

خاندانِ ولی اللّٰہی کے افکار پر تازہ تحقیقی کتابیں

مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور اُن کے ناقد

شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی طرف سے ولی اللّٰہی علوم و افکار کی اشاعت کا کام معقول سرمایہ کے بندوبست سے چلایا جا سکتا ہے۔ جامعہ رحیمیہ کے متعدد مصارف کے ساتھ اشاعتی کام جو کچھ بھی کیا جا سکتا ہے الحمدللہ وہ جاری ہے۔ دلی کے ایک سجادہ نشین صاحب کی طرف سے مولانا شہیدؒ (جو خاندان ولی اللّٰہی کے بلند مرتبہ صاحبزادے ہیں) کی اہم کتاب تقویت الایمان کو سامنے رکھ کر شاہ صاحب کی شخصیت اور ان کے کارناموں کو مطعون کرنے امت کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی گئی ضروری تھا کہ جماعت ولی اللّٰہی کے قلم اس کا سنجیدہ علمی اور تحقیقی جواب دیں، چنانچہ دہلی ہی کے ایک محقق عالم اور ولی اللّٰہی کے ترجمان مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی مہتمم جامعہ رحیمیہ نے اس کا جواب دیا۔

جسے اہل علم نے ایک معیاری اور قابل تعریف کتاب قرار دیا۔

پاکستان کے ایک جماعتی ادارہ نے اس کا دوسرا ایڈیشن بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا اور مولانا سعید الرحمان صاحب علوی ایڈیٹر "خدام الدین" اور حکمت قرآن لاہور کی اطلاع کے مطابق مزید اضافوں کے ساتھ اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہونیوالا ہے۔

بریلوی ترجمہ کا علمی تجزیہ

پاکستان کے ایک بریلوی فاضل نے محاسن کنز الایمان کے نام سے حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ پر نہایت سطحی قسم کے اعتراضات کئے اور فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو فائق اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ شیخ الہندؒ کا ترجمہ چونکہ شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی ہی کا ترجمہ ہے اور فاضل بریلوی کی تنقید کا نشانہ دراصل شاہ صاحب کا ترجمہ ہے اس لئے خاندان ولی اللہی کے قرآنی علوم پر گہری نظر رکھنے والے فاضل مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے اس کے جواب میں یہ اہم کتاب لکھی، جس میں علمی، تفسیری اور ادبی ہر پہلو سے بریلوی ترجمہ کا جائزہ لیا گیا اور یہ ثابت کیا گیا کہ شاہ عبد القادر صاحبؒ کا ترجمہ ہر لحاظ سے مثالی ترجمہ ہے اور کنز الایمان کے مصنف قرآن کریم کی ان گہرائیوں تک کسی درجہ میں بھی نہیں پہنچ سکے جن پر شاہ عبد القادر صاحب رسائی رکھتے ہیں، یہ کتاب بھی علوی صاحب مدظلہ کے اہتمام میں پاکستان میں دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے اس کا عربی ترجمہ کر کے اس کی اشاعت کا دوسری زبانوں میں بھی اہتمام کیا جا رہا ہے۔

انفاس العارفین پر تحقیقی نظر

پاکستان کے ایک فاضل نے انفاس العارفین کا اردو ترجمہ کیا ہے اور مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی اصلی تصویر اسی کتاب سے معلوم ہوتی ہے اور مترجم کے خیال میں شاہ ولی اللہ نذر و نیاز عرس و استمداد قبور اور کرامات پسند آدمی ہیں۔

مترجم نے سارے ترجمہ میں اپنے مطلب کی سرخیاں قائم کر کے شاہ صاحب کے حقیقی مشن — خالص توحید و سنت کی اشاعت اور اعتقادی اور عملی بدعات کی پرزور تردید — کو دبانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

مولانا اخلاق حسین صاحب نے بریلوی مترجم کی اس مذموم اور غیر علمی کوشش کو ناکام بنایا ہے، یہ کتاب سرمایہ کی کمی کے باعث اکیڈمی کی طرف سے شائع نہیں کی جاسکی، اب دیوبند اور پاکستان کے ادارہ اس کی اشاعت کا انتظام کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ ولی اللہی افکار کی اشاعت کرنے والی کتابوں میں یہ کتاب قابل قدر اضافہ ہوگا

محاسنِ موضح قرآن

شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کا اردو ترجمہ موضح قرآن ایک الہامی ترجمہ ہے اور ولی اللّٰہی علوم قرآن میں اس ترجمہ کی حیثیت شاہ کار کی ہے، مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے آٹھ سو صفحات کی اس کتاب میں شاہ ولی اللہؒ کی فتح الرحمان فارسی، شاہ رفیع الدین کے تحت لفظ اردو ترجمہ اور شاہ عبد القادر صاحب کے بامحاورہ اردو ترجمہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور پونے دو سو برس میں شائع ہونے والے اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے علوم ولی اللّٰہی کی تشریح میں اس کتاب کو اکابر علماء نے اپنے عہد کی بے مثال کتاب قرار دیا ہے۔

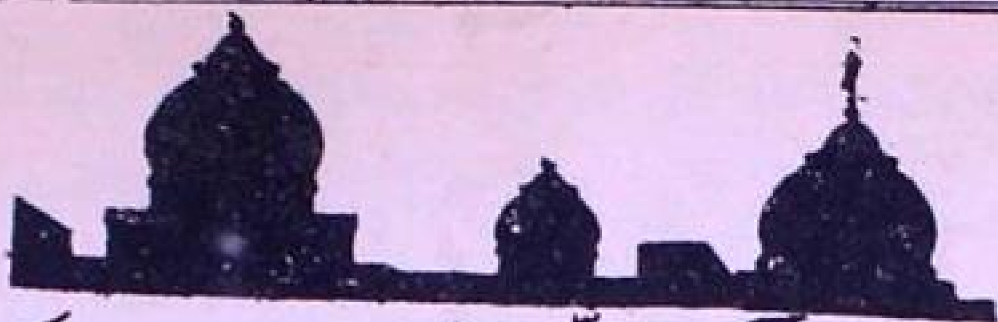
یہ کتاب دلّی کے علاوہ لاہور سے بھی بڑے معیاری انداز میں شائع کی گئی ہے۔

مستند موضح قرآن کی اشاعت

فاضل گرامی مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے شاہ عبد القادر صاحبؒ کے موضح قرآن کو ۱۲ سال کی مسلسل محنت و کاوش کے بعد ایڈٹ کیا ہے اور املاء، وکتابت کی غلطیوں اور دشمنوں کی طرف سے بعض تحریفات کی نشاندہی کر کے موضح قرآن کا ایک مستند نسخہ تیار کیا ہے، مولانا قاسمی صاحب کی اس علمی کاوش کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مولانا محمد طیب صاحبؒ، مولانا سعید احمد صاحبؒ اکبر آبادی، مولانا زید ابوالحسن صاحب فاروقی سجادہ نشیں خانقاہ مجددیہ اور دوسرے اہل علم نے بہت پسند کیا ہے۔

یہ تحقیق شدہ ترجمہ

ایچ، ایم سعید کمپنی ادب منزل، پاکستان چوک کراچی کے اہتمام میں زیر طبع ہے



شاہ ولی اللہ کی دِلّی جنھیں ہمیشہ یاد رکھے گی

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

"جامع مسجد، چتلی قبر، مٹیا محل"

● حاجی محمد اقبال صاحب انڈے والے، ملت کے اجتماعی کاموں خاص کر مساجد کی تعمیر میں بڑا حصہ لیتے تھے، آپ کے صاحبزادے حاجی محمد سلطان صاحب اپنے والد کی یادگار ہیں ——

● حکیم شریف الدین صاحب بقائی، دینی مدارس کی سرپرستی اور اہل علم کی خدمت کا مخلصانہ ذوق رکھتے ہیں، بزرگوں کی یادگار ہیں —— ● عبدالحمید صاحب تاجر تیل چتلی قبر، محمد مرزا صاحب سابق راشن والے ترکمان گیٹ، حکیم عبدالسلام نسفیؒ، پہلوان محمد اسماعیل غوری یہ گروہ مولانا احمد سعید صاحب کا نورتن کہلاتا تھا، ۴۷ء کے صدموں میں مولانا ان نو بہار لوگوں سے اپنا دل بہلاتے تھے، ان میں سے کچھ خدا کو پیارے ہوئے اور کچھ الحمد اللہ زندہ ہیں۔

● حاجی سلیم صاحب، آف حاجی علی جان۔ اس تاریخی خاندان کے آخری فرد ہیں جو ملی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہتے ہیں، حوادث نے آنکھوں اور گھٹنوں سے معذور کر دیا ہے۔ مولانا سید عبداللہ بخاری صاحب کی شاہانہ اداؤں سے دل بہلا کر زندہ رہنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

● فیاض علی ہاشمی اور سید مجید احمد چاندی والے،

اس علاقہ کے سرگرم قومی کارکن ہیں، ان کی قومی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

● جناب انور علی صاحب دہلوی، ایک سرگرم قومی خادم ہیں، بے لوث خدمت ان کی خصوصیت ہے، سرکاری اثرات کے ذریعہ جتنا ممکن ہوتا ہے مسلمانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ● شوکت علی

ہاشمی پرانے قومی کارکن ہیں، دلی کی قومی تاریخ میں ان کا نام ضرور آئے گا۔ ● جناب محمد سعید خاں صاحب کونسلر، دلی کی تاریخ و ثقافت کے دلدادہ ہیں، سرگرم قومی کارکن ہیں، علاقہ کے کامیاب کونسلر رہ چکے ہیں۔

● منشی فاضل وغیرہ کی تیاری کا ایک ادارہ ادارہ شرقیہ کے نام سے مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی چلاتے تھے، کباڑی بازار جامع مسجد کا ادارہ جمعہ کے دن نماز کے بعد بڑے بڑے علماء اور رہنماؤں کا مرکز بن جاتا، ایک ایک آنے کا چندہ کرکے یہ تمام حضرات چائے تیار کراتے اور سب مل کر پیتے، مولانا محبوب الٰہی صاحب، مولانا اکبر آبادی صاحب مفتی عتیق الرحمٰن صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا سمیع اللہ صاحب اس مجلس کے شرکا، تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی بھی اوکھلا سے تشریف لے آتے اور ان سے علماء کرام کا کافی گرماگرم مباحثہ ہوتا۔

● مولانا عبد اللطیف صاحب مولوی نعرہ مشہور تھے، اجراڑہ ضلع میرٹھ کے باشندہ تھے، ساری زندگی کڑہ مہرپرور کی مسجد میں بطور امام گذاری، پریس کی لائن میں بھی کام کیا، آخر میں اپنے وطن چلے گئے، عربی مدرسہ کا اہتمام سنبھالا، یہ جامع مسجد کے جلسوں میں نعرہ لگایا کرتے تھے اور مخالفین سے ہر وقت لڑنے مرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

● سید محمد جعفری صاحب، مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" کے اڈیٹر رہے، قومی تحریک میں نمایاں حصہ لیا، دلی وقف بورڈ کے ناظر رہے اور بغیر کسی الاؤنس کے کئی سال کام کیا، مولانا احمد سعید صاحب کے دستِ راست رہے جب دلی پر طوفانی دور آیا۔

● حاجی کالے خاں صاحب عباسی اور ان کے لڑکے محمد ابراہیم صاحب، عباسی برادری کے چودھری تھے، جنھوں نے ہنگامی حالات میں ملی کاموں میں بھرپور تعاون پیش کیا، حاجی کالے صاحب کو مساجد کی تعمیر کا بہت شوق تھا،

● محمد دین الائچی والے، منصوری برادری کے نمایاں آدمی ہیں۔

سرکاری حلقوں میں بہت متعارف ہیں، اپنے رنگ میں مسلمانوں کی خدمت سے گریز نہیں کرتے۔

• خاں صاحب رشید خاں، پرانے کانگریسی کارکن دلی کی بڑی خدمت کی
سالار عبدالجبار، احرار کے سالار تھے، ۴۷ء کے بعد وقف بورڈ میں آگئے
اور دلّی کے مقابر، مساجد اور آثار کی چھان بین کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے بھاگ دوڑ کرنے
میں نام پیدا کر گئے، لیکن تاریخ کا دھارا جس طرف بہہ رہا تھا، اسی طرف بہتا رہا اور ان کی محنت
ضائع ہوگئی۔

"ترکمان گیٹ"

• حاجی عبدالمجید صاحب، ٹھیکہ دار
ترکمان گیٹ کی مشہور شخصیت، اب نظام الدین میں مقیم، دینی لائن کے ٹھوس کاموں میں
بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعاون کرنے والے۔ • حاجی برکت اللہ صاحب اور ان کے صاحبزادے
حافظ کرامت اللہ صاحب، ٹھیکہ دار برادری کے مشہور قومی کارکن، اب تبلیغی جماعت کے
کاموں میں زیادہ مستغرق۔ • حافظ عبدالحکیم صاحب ترکمان گیٹ کے پرانے رئیس، اکابر علماء سے
عقیدت مندانہ وابستگی رکھنے والے • حاجی محمد شفیع صاحب تاجر عطر ترکمان گیٹ،
ان کے خاندان نے ہمیشہ علم دوستی کا حق ادا کیا، حاجی صاحب بھی ان روایات پر قائم ہیں۔

"چوڑی والان"

• حاجی احسان الٰہی صاحب جوتے والے گلی ابو خاں بلی ماران میں ان کی کوٹھی تھی، علماء کرام
سے بے حد تعلق رکھتے تھے، ان کی ذات جمعیۃ اور احرار
کے رہنماؤں کے لئے بڑی سہارا تھی • حاجی محمد تقی صاحب — جوتے والے، چاندنی چوک
میں دکان تھی، ان کے لڑکے محمد شفیع صاحب کٹر جمعیتی اور احراری تھے۔ پیسہ اور وقت دونوں چیزیں
قربان کرتے تھے۔ • حاجی بدرالدین صاحب جوتے والے، برادری کے
چودھری تھے، قومی اور دینی کاموں میں مولانا آزاد اور مولانا احمد سعید صاحب کے شانہ بشانہ
کام کرنے والے۔ ان کے ساتھی چودھری ممتاز الدین صاحب، آزادی کی تحریک اور پھر ۴۷ء
کی بربادی کی چلتی پھرتی تاریخ • حافظ محمد مسلم صاحب آگرہ والے، صدیقی برادری کے بڑے سرگرم
قومی کارکن، مولانا آزاد اور مولانا احمد سعید کے مقربین میں سے، اب دلی سے دور بیٹھے دل والوں

کی پریشانیوں پر آنسو بہاتے رہتے ہیں ـــــــــــ

"لال کنواں .بلی ماران" "بارہ دری"

● حاجی رحمت الٰہی صاحب معتکف ۔ دلی کے بڑے ـــــــــــ

وضع دار رئیس تھے، بڑی خوبیوں کے آدمی تھے، مدرسہ حسین بخش کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ میرے بزرگوں کی یادگار ہے، محمد احمد صاحب ایڈوکیٹ جیسے شریف اور لائق صاحبزادے چھوڑے ہیں ــــــ ● حاجی محمد نسیم صاحب بٹن والے، پنجابی برادری کے ولی صفت بزرگ تھے، ۴۷ء کے ہنگاموں میں بڑا کام کیا۔ تبلیغی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا، بلی ماران سے میونسپل کونسلر بھی رہے ● حاجی زین العابدین صاحب تنے والے، صدیقی برادری کے بڑے دانش مند اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار بزرگ تھے، وقف بورڈ دلی کے بڑے سرگرم ممبر رہے۔

● حافظ محمد عثمان صاحب گھڑی والے، پنجابی برادری سے تعلق تھا، لیکن پوری ملت کی خدمت کا مخلصانہ جذبہ رکھتے تھے، نظم ونسق میں اپنی مثال آپ تھے، ایسے ولی صفت لوگ اب کہاں نظر آتے ہیں۔؟

● عبدالرحمٰن چٹائی والا، اس غریب ورکر کو کون یاد کرے گا یہ چٹائیاں فروخت کرکے اپنا پیٹ پالتا اور باقی وقت علماء کی خدمت میں گزارتا، اسے بڑھاپے میں شادی کرنے کا بہت شوق تھا، سب اسے چھیڑا کرتے، بالآخر مجاہد ملت نے اسے کسی ضرورت مند بیوہ کے ساتھ باندھ دیا آزاد ہندوستان نے اس بے لوث سپاہی کو گارڈن چیراسی مقرر کرکے اسے آزادی کی لڑائی میں جیل جانے کا بیش قیمت صلہ عطا فرمایا۔ ● محمد اسماعیل صاحب قریشی عرف بھائی جان محلہ نیاریان، دلی کے سرکردہ صنعت کار، قومی اور دینی کاموں میں ہمیشہ آگے آگے رہے۔ ان کے اخلاص کا پھل ہے کہ ان کی اولاد دلی اور بمبئی میں کامیاب صنعتی کارخانہ چلا رہی ہے۔

● حافظ محمد زکریا امام مسجد سوجی لال کنواں دلی کے نوجوانوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور ہاتھ سے صدریاں سی کر گزارا کرتے۔ مسجد سوجی میں جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ فرماتے اصلاحی انداز تھا۔ ہنگامی دور میں مسلمانوں کو ایمانی حوصلہ کی دعوت دیتے۔

● ٹھیکیدار عبدالحمید صاحب فراش خانہ دلی کے قدیم قومی کارکن ہیں ۷ ۴ ء کے مصائب میں ایک سرگرم سپاہی کی طرح مسلمانوں کی خدمت انجام دی، دلی کی انتخابی سرگرمیوں میں بھی نمایاں حصہ لیا، ان کے والد حاجی عبدالکریم صاحب جمعیتہ علمار اور مجلس احرار کے سرگرم ممبر ہے۔ ● ڈاکٹر احمد حسن عثمانی، مرحوم نے بڑے بڑے نازک موقعوں پر مسلمانوں کی خدمت کی، مولانا حفظ الرحمن صاحب نازک اور پیچیدہ کاموں میں ڈاکٹر صاحب ہی کو مامور کرتے تھے اور ڈاکٹر صاحب کامیاب ہو کر آتے تھے،

"کوچہ پنڈت شاہ گنج"

● ڈاکٹر احمد علی مرحوم، دلی کے عوامی کارکنوں میں ڈاکٹر صاحب کا ایک خاص مقام تھا، نہایت سادہ اور شریف الطبع آدمی تھے، میونسپل کارپوریشن اور پارلیمنٹ کے سرگرم ممبر رہے ہندو اور مسلمان سب ڈاکٹر صاحب سے مانوس تھے۔ ان کے صاحبزادگان میں مرزا محمد عثمان صاحب کونسلر اور مرزا صدیق علی صاحب کونسلر اپنے والد کی طرح قومی خدمت میں مصروف ہیں۔ ● جناب اکرم قادری صاحب، اس نوجوان نے قومی خدمت میں اپنے آپ کو بوڑھا کرلیا، یہ اپنے علاقہ کے نہایت مقبول کونسلر ہیں، ان کے والد پیرجی محمد احمد صاحب دلی کے قدیم قومی کارکنوں میں سے تھے، کوچہ پنڈت کے ماحول میں عنایت الرحمن صاحب فاروقی مرزا محمد عثمان صاحب آزاد اور تیسرے محمد احمد صاحب تھے جو تحریک آزادی میں شریک رہے ان کے بڑے صاحبزادے محمد اسلم صاحب ہیں جو سرکاری افسر ہونے کے باوجود نہایت سلیم الطبع اور درویش صفت آدمی ہیں اور قومی خدمت میں شروع ہی سے دلچسپی لیتے رہے ہیں۔

● حکیم شریف احمد خاں خلف الرشید حکیم محمد ظفر خاں، شریفی خاندان کی آخری نشانی کئی سال میونسپل کونسلر رہے۔ قومی سیاست میں حکیم اجمل خاں کے ایک وارث کی موجودگی

ان حالات کی بڑی ضرورت تھی۔ حکیم صاحب نے اس خدمت میں باپ دادا کی جائداد قربان کی۔

● حاجی محمد لیسین صاحب سوڈے والے، پنجابی برادری کے ولی صفت بزرگ تھے ۴۷ء میں لوگ دکانیں دے رہے تھے اور یہ لے رہے تھے اور مسلمانوں کو بٹھاکر کاروبار سے لگا رہے تھے چندمنٹ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی باتوں سے ایمان و اعتماد علی اللہ کی اسپرٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ مولانا مدنی سے بیعت تھے، اب ان کے صاحبزادے حاجی محمد نسیم صاحب فراش خانہ کے موڑ پر جنرل مرچنٹ کی دکان چلارہے ہیں۔

● حاجی ظہیرالدین صاحب ورق والے، بارہ دری شیرافگن کی مشہور شخصیت تھی، اولاد سے محروم تھے، ورقوں کا کام بہت اچھا تھا، زندگی بھر جان اور مال دونوں سے علمارحق پر قربان رہے ● حاجی شہاب الدین صاحب عباسی برادری کے قابل دید آدمی تھے، مولانا احمد سعید صاحب کے جانثار رہتے۔ تن توش میں مولانا سے اکیس ہی تھے، بڑی گھنی دار ڈاڑھی تھی۔ زیادہ وقت صوبہ جمعیۃ کے دفتر کباڑی بازار جامع مسجد میں گزارتے تھے۔ علماء جمعیۃ اور احرار لیڈروں کے بن داموں کے غلام تھے، ان کی پوری برادری (عباسی) بھی ہمیشہ قومی اتحاد کے ساتھ رہی۔

● عبدالحمید ٹھیکہ دار گلی راجان فراش خانہ نے بھی بندوق ہاتھ میں لے کر قبرستان نبی کریم جانے والے مسلمان جنازوں کا ساتھ دیا۔ میری پہلی اہلیہ ۴۷ء کے حادثہ کا شکار ہوئیں، مرحومہ کا جاپا بگڑ گیا، علاج میسر نہ ہونے کی وجہ سے سیپٹک ہوگیا تھا، اسی میں شہادت کی موت پائی، مرحومہ کے جنازہ کو نبی کریم دفن کرنے کے لئے جب ہم لوگ پہنچے تو چاروں طرف سے بھنگی چماروں نے اُدھم مچانا شروع کر دیا۔ اب اس تاریخی قبرستان کے چپہ چپہ پر یہ اچھوت آباد ہیں۔ یہ ڈھائی سو برس پرانا قبرستان تھا۔ اس کے بعد میرا شیرخوار بچہ فوت ہوا تو ہم نے اسے حسن منزل (جو اب ہنومان بلڈنگ ہے) کے گودام میں دفن کیا، یہاں ایک پرانی قبر پہلے سے بھی تھی، سُنا تھا کہ یہ بہرام بیگ کی قبر ہے جن کے نام سے گلی بہرام بیگ موسوم ہے، اس گودام میں اب محمد عثمان صاحب کی ٹمبر کی دکان ہے۔

● ایک محمد اسماعیل صاحب ورق والے (فراش خانہ) تھے۔

مولانا احمد سعید صاحب انہیں محمد اسمٰعیل کو آ کہتے تھے کیوں کہ یہ مولانا سے بحث مباحثہ بہت کرتے تھے، مولانا اپنے ایک وفادار کارکن کی دلداری میں اسے برداشت کرتے تھے۔

مولانا احمد سعید صاحب نے ۴۷ء کے بعد مولانا آزاد کے مشورہ پر عید الفطر پارٹی کرنی شروع کی، مولانا آزاد چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا حوصلہ کھلے اور قومی لیڈروں سے ان کا ربط ضبط بڑھے، ایک دفعہ اس پارٹی کا دعوت نامہ اسماعیل صاحب کو نہیں دیا گیا، کارڈ کم ہو گئے تھے، یہ آئے اور مولانا پر خوب برسے، مولانا ہنستے رہے، معذرت کرتے رہے، یہ ناراض ہو کر چلے گئے۔ مولانا نے کسی سے کارڈ حاصل کر کے ان کے مکان پر خود جا کر انہیں دیا۔ ایک مخلص اور غریب کارکن کی قدر دانی اس طرح کی گئی، آج پارٹیوں اور جماعتوں میں دولت مند کی پوچھ ہے، جسے دیکھو، شیخ ہو یا لیڈر، دولت مند کے پیچھے دوڑا چلا جا رہا ہے۔ ● مولانا محمد رفیق صاحب دہلوی کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے، ان کے بھائی حکیم محمد عظیم صاحب دہلوی تھے، اجمیری گیٹ پر ان کا مطب تھا، یہ بھی اولاد سے محروم تھے۔ مطب سے فارغ ہو کر سارا وقت احرار اور جمعیۃ کے تنظیمی کاموں میں صرف کیا کرتے تھے، دستوری اور قانونی مزاج تھا، طب یونانی کی ترقی کیلئے بھی بھاگ دوڑ کرتے تھے

● قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی، بڑے اچھے قاری تھے، املی والی مسجد بلی ماران میں پڑھاتے تھے اور سنہری مسجد فوارہ میں امامت کرتے تھے، بڑے درویش صفت بزرگ تھے۔

کٹرہ شیخ چاند میں مکان تھا، ان کے چاروں صاحبزادے جماعتی سرگرمیوں میں ہمارے ساتھ رہتے تھے، حافظ سلامت اللہ صاحب، کفایت اللہ صاحب، انیس الرحمٰن صاحب، حمایت اللہ صاحب، یہ سارا خاندان اب ملتان میں آباد ہے۔ ● گلی راجان کے عزیز صاحب بھی جمعیۃ اور احرار کے سرگرم کارکن تھے، آزادی کے بعد بھی سیاست کے ساتھ چمٹے رہے، اب بیماری نے معذور کر کے گھر بٹھا دیا ہے۔ ● ڈاکٹر یٰسین صاحب بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، یہ ہمدرد دواخانہ میں ملازم ہو گئے تھے، اب ریٹائر ہو گئے ہے۔ بڑے پُرلطف آدمی ہیں، احرار میں انہوں نے بڑا کام کیا

● حاجی محمد اسماعیل جاپان والے، دلّی والے اس روحانی شخصیت اور فیاضی اور سخاوت کے مثالی کردار پر جتنا فخر کریں کم ہے، یہ پنجابی برادری کے فرد تھے لیکن پوری ملت کا سرمایہ تھے۔
● شیخ محمد یعقوب کشتی والے ان کی سماجی خدمات اور تقسیم کے طوفانی دور میں ان کا قومی کردار مستقل تاریخ چاہتا ہے، کیا ایسے ہوش مند اور تعمیری مزاج رکھنے والے اب پیدا نہیں ہوں گے؟

● رودگران لال کنواں کے عبد الواحد خاں اور بھیا سعید الدین صاحب بجلی والے ۴۷ء کے ہنگاموں میں جمعیۃ علماء ہند کے نمایاں کارکن تھے۔ امدادی کاموں میں بڑا حصہ لیا۔ ● جمیل تاباں صاحب سرائے خلیل حافظ راحت دہلوی لال کنواں قاری فرید احمد صاحب سوئیوالان جامع مسجد قومی شاعری اور نعت گوئی کے علاوہ خدمت خلق میں بھی حصہ دار رہے۔

● شیخ حبیب الرحمٰن پھاٹک حبش خاں دلّی، یہ نوجوان اپنی لگن، خلوص اور لگاتار محنت میں پنجابی برادری کی شان اونچی کر گیا، حکیم محمد شفیق صاحب بھی ان کے ساتھی تھے۔ ● حاجی محمد ابراہیم جاولہ، حویلی حسام الدین حیدر، شیخ محمد عثمان ٹوپی والے پنجابی برادری کے نہایت پختہ نیشلسٹ مسلمان تھے، جن کے دم سے اس علاقہ میں تحریک آزادی کو بڑی تقویت حاصل تھی۔ ● حاجی عیوض خاں، تار والے، حاجی مجید خاں تار والے، بارہ دری شیر افگن، اور ان کا خاندان ہمیشہ تحریک آزادی کے سلسلہ میں علماء حق کا معاون رہا اور مالی امداد میں پیش پیش رہا۔ ● مولانا حبیب الرحمٰن انصاری لال دروازہ لال کنواں اہل حدیث جماعت سے تعلق تھا آزادی پسند حلقہ کے ساتھ بڑی قربانیاں دیں ● مسٹر عزیز، گلی قاسم جان حافظ عبد العزیز صاحب سرائے خلیل کے رفیق خاص تھے، بڑے سنجیدہ مزاج اور خاموش طبیعت انسان تھے، حریت پسند حلقہ سے گہرا تعلق آخری دم تک قائم رکھا

● اوپر کے بزرگوں میں مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب کا اسم گرامی آچکا ہے،
مفتی صاحب نے مسجد فتحپوری کی حفاظت میں جو ایمانی استقامت دکھائی، وہ بھی ناقابل فراموش ہے، مفتی صاحب اپنے صاحبزادے مولانا محمد احمد صاحب والد مولانا مکرم احمد صاحب موجودہ شاہی امام مسجد فتحپوری وغیرہ کے ساتھ غیر مسلم محلہ میں ڈٹے رہے اور مسجد فتحپوری میں بم پڑتے رہے مگر مفتی صاحب کے قدم نہ ڈگمگائے، پوتے کو دادا کی استقامت کا صلہ ملا ہے۔



"باڑہ ہندوراؤ" قصاب پورہ کشن گنج"

● دادا الطاف الرحمن صاحب، باڑہ ہندوراؤ کے بڑے سرگرم قومی کارکن ہیں ہنگاموں میں بڑا کام کیا ہے، اب بڑھاپے کی آخری منزل سے گزر رہے ہیں ● محمد عاشقین صاحب ٹائر والے، کار خیر کے کاموں میں ہمیشہ آگے آگے رہے بڑے نیک دل اور شریف طبع آدمی ہیں ● حاجی صبغت اللہ عرف حاجی تبن، لاہوری برادری سے تعلق ہے، شیش محل کو فرقہ پرستوں کے حملہ سے بچانے کے لئے ہر موقعہ پر بہادری دکھائی اور نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کی، کانگریس اور جمعیۃ کے سرگرم ممبر رہے، حاجی محمد عمر صاحب، حاجی محمد اسحاق صاحب ان کے ساتھیوں میں سے تھے۔

● مولانا نور محمد صاحب قریشی، قصاب پورہ، بہت اچھے واعظ تھے، دودھ کا کاروبار کرنے والی برادری سے تعلق تھا، منشی فاضل اور ادیب عالم کی تیاری کرانے کے لئے ایک ادارہ بھی کچھ دن چلایا، مسجد بہادر گڈھ روڈ کا ایک حصہ کرایہ پر لینا چاہتے تھے، مولانا محمد میاں صاحب نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور یہ ناراض ہو گئے، اس وقت میرا تعلق بھی وقف بورڈ سے تھا، مولانا محمد میاں صاحب مساجد کمیٹی کے چیرمین تھے اس لئے یہ مجھ سے بھی ناراض رہے، کینسر کے موذی مرض کا شکار ہو کر شہادت کی موت پائی۔

● حافظ علی محمد صاحب سرائے خلیل مرحوم کی قومی سرگرمیاں ناقابل فراموش ہیں، بڑے اخلاص کے ساتھ، ۴۷ء کی مشکلات میں مسلمانوں کی خدمت کی ● حاجی عبدالرحیم صاحب ٹرنک والے حاجی عبدالعزیز صاحب انصاری کے بڑے بھائی تھے، مجلس احرار اور جمعیۃ علماء کی دینی اور قومی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا ● حافظ نصیر الدین صاحب قریشی، قصاب پورہ کے بیباب صفت اور درویش حال بزرگ تھے، مرحوم کی مخلصانہ خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا

● قاری محمد سلیمان صاحب (میوات) آپ نے دہلی میں تجوید و قرأت کا ایک کامیاب مدرسہ چلایا اور دلی کو پانی پت بنا دیا، اس کے علاوہ مسجد آزاد مارکیٹ کو فرقہ پرستوں کے پے در پے حملوں سے بچایا اور اپنے طلباء کو بڑے بڑے صبر آزما موقعوں پر لئے بیٹھے رہے۔ کئی بار فرقہ پرستوں نے مدرسہ اور مسجد کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

• حکیم محمد اسماعیل صاحب اور حکیم عبد الجلیل صاحب، صدیقی دواخانہ باڑہ ہندوراؤ، حکیم جمیل الدین صاحب استاد حکیم اجمل خاں کے صاحبزادگان، ہنگامی دور میں مسلمانوں کے مصائب میں سرگرم خادم رہے۔ • حاجی عبد الحمید صاحب چربی والے قصاب پورہ، بڑے دین دار اور صاحب خدمت بزرگ تھے، امدادی کاموں میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لیتے تھے،

• جناب سکندر بخت صاحب

۱۹۴۷ء میں بہن سبھدرا جوشی کے ساتھ امدادی سرگرمیوں میں شریک رہے، بڑی محنت اور ایثار کے ساتھ دلی والوں کی امداد کی۔ جنتا حکومت کے دور میں وزیر ہاؤسنگ رہے اور تبلیغی جماعت نظام الدین کو نئے مرکز کی عمارت کے لئے ڈی۔ڈی۔اے پلاٹ دلواتے میں وہ کام کیا جس کی توقع ایک سرکاری وزیر سے کم ہی کی جاسکتی تھی۔ • شیخ اسلام الدین احاطہ کیدارا، بڑے مخلص اور سرفروش کارکن تھے، ہنستے رہتے تھے اور بھاگ دوڑ کرتے رہتے تھے۔

• محمد احمد صاحب جملانہ مرحوم اور حاجی محمد شفیع صاحب پتیل والے مرحوم اور ان کے صاحبزادگان کی خدمات اس علاقہ کے جملہ مسائل کے حل کرنے میں بڑی قابل قدر تھیں، کشن گنج کے در و دیوار ہی پر نہیں، بلکہ جملانہ صاحب کی خدمات دلی کے در و دیوار پر کندہ ہیں۔ • شیخ مشتاق عرف شیخ منو صاحب، قصاب پورہ کے لئے ان کی خدمات بڑی دقیع تھیں۔ • شیخ علاؤ الدین محلہ شیخان باڑہ ہندوراؤ، ان جیسے لگن اور خلوص کے کارکن بہت کم پیدا ہوئے، اس علاقہ میں ان کی ذات تو می تحریکات کا مرکز تھی، • شیخ حسام الدین قریشی اور حافظ نذیر احمد صاحب قصاب پورہ، یہ دونوں قریش برادری کے سرگرم رہنما ہیں، پہلے بقید حیات ہیں، دوسرے وفات پاچکے۔ بابو دوست محمد صاحب قریشی اور چودھری قیام الدین صاحب قریشی یہ دونوں صاحبان دلی وقف بورڈ کے ممبر اور میونسپل کونسلر رہے اور دونوں نے اپنے اپنے الگ سیاسی نقطہ نظر کے ساتھ، قریش برادری اور قوم کی قابل قدر خدمت انجام دی۔ تذکرہ کی ترتیب

میں ان کے نام پیچھے رہ گئے، لیکن مجھے توقع ہے کہ خداوند عالم جب قصاب پورہ کے کارکنوں کو ان کی خدمات پر انعام تقسیم فرمائیں گے تو یہ لوگ اگلی لائن میں ہوں گے۔

"پہاڑ گنج مرحوم"

● بندھانی برادری پہاڑ گنج، وہ سرفروش برادری تھی جس نے تقسیم کی قیامت خیز تحریک میں علماءِ حق کا ساتھ دیا۔ پہاڑ گنج مجلس احرار کا گڑھ تھا۔ حاجی عبدالعزیز صاحب اس برادری کے چودھری تھے، یہ برادری ۴۷ء کے ہاتھوں برباد ہو کر جب موتیا کھان کے کھتہ پر لا کر ڈالی گئی تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے خاکسار کو اور محمد احمد صاحب ایڈوکیٹ کو ان ستم زدوں کے لئے کھانے پینے کا سامان بھیجا، حاجی صاحب ننگے سر اور ننگے پیر ہماری طرف دوڑے اور چیخ چیخ کر یہ کہنے لگے، اس سامان کو لے جاؤ، ہمیں اس کی ضرورت نہیں مولانا آزاد اور آصف علی کو یہاں لا کر دکھاؤ کہ ہمیں کس گناہ کی سزا ملی ہے۔ کیا اس گناہ کی کہ ہم نے ہمیشہ کانگریس کا ساتھ دیا۔ —— اسی برادری کے ایک نوجوان اسلام الدین صاحب ساری برادری کے پاکستان چلے جانے کے بعد بھی جمعیتہ علماء ہند کے دفتر میں مقیم رہے اور اسپیشل پولیس میں شامل ہو کر مسلمانوں کی حفاظت کرتے رہے۔

● پہاڑ گنج میں ہمارے بھائی حامد حسین صاحب کی جنرل مرچنٹ کی دکان تھی، یہ دکان پہاڑ گنج کے احراری کارکنوں کا مرکز تھی، محمد سعید گھڑی ساز، مولانا صابن والے اور اسلام الدین وغیرہ روزانہ یہاں جمع ہوتے تھے، میرے دوسرے بھائی عابد حسین صاحب سرکاری ملازم تھے مگر تقسیم کی سیاست کے خلاف تھے، یہ بھی دفتر سے آکر دکان پر جاتے تھے، یہ دکان ۴۷ء کی لوٹ کا شکار ہو گئی، یہ تمام لوگ بکھر کر رہ گئے۔

"کشمیری گیٹ"

● مولوی رفیق احمد صاحب رحمانی اور بھائی بدر الدین انصاری، کشمیری گیٹ کے ایک محلہ میں آج مسلمانوں کی کچھ آبادی باقی ہے تو وہ انہی حضرات کی استقامت کا نتیجہ ہے۔ انصاری صاحب قومی مدرسہ نسواں کے نام سے ایک کامیاب ادارہ چلا رہے ہیں۔ ان کے رفیق نظام الدین صاحب ہوٹل والے بھی سرگرم کارکن ہیں۔ اس علاقہ کی مساجد کو آباد کرنے میں بھی اس گروپ کی بڑی قربانیاں ہیں۔

"لدھیانوی خاندان"

● مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کا تذکرہ اوپر آچکا ہے، مولانا کے بڑے صاجزادے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب پھگواڑہ پنجاب کی جامع مسجد کی خدمت کر رہے ہیں، تقریر و خطابت میں اپنے والد کی نشانی ہیں، امتحان کا ابتدائی دور دلی وقف بورڈ کی ملازمت میں راقم السطور کے ساتھ گذارا پھر پنجاب میں اللہ کے نام کو بلند رکھنے کے لئے چلے گئے، مولانا انیس الرحمٰن صاحب ان بھائیوں میں باقاعدہ عالم تھے، وہ بھی کچھ عرصہ ۴۷ء کے انقلاب کا مزا چکھنے اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی آزاد ہندوستان کے ہاتھوں سزا بھگتنے کے لئے ملازم رہے، پھر پاکستان منتقل ہو گئے، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جامعی کا قیام دلی میں رہا اور انہوں نے بلارہ دری شیر افگن میں ایک نرسری اسکول قائم کیا، اپنے بھائیوں میں جامعی صاحب اچھے مقرر ہونے کے ساتھ اچھے انشاء پرداز بھی تھے اور مولانا مرحوم نے مولانا لدھیانوی کے تذکرہ میں کچھ کتابیں بھی لکھی ہیں، مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور مفتی محمد احمد صاحب اپنے آبائی شہر لدھیانہ ہی میں مقیم ہیں، ایک بھائی ہمدرد دواخانہ میں ملازم رہے۔

"چند متفرق حضرات"

● عبدالستار صاحب سکریٹری

یہ ملک یونین کے سکریٹری تھے، مٹیا محل پر حلوائی کی دکان بھی تھی، بڑے طرح دار آدمی تھے دلی کا بانکپن ان کی کارخانہ دارانہ بولی سے ٹپکتا تھا۔ قومی کاموں میں خوب حصہ لیتے تھے۔

● حاجی نیاز احمد صاحب اجمیری گیٹ، کپڑا چھاپنے کی صنعت سے تعلق تھا، مولانا رفیق دہلوی کے عزیز تھے ۴۷ء کے بعد بڑی ہمت سے حالات کا مقابلہ کیا، جب بالکل ٹوٹ گئے تو پاکستان جانے پر مجبور ہو گئے۔

● حاجی

نذر محمد عباسی اور نور احمد عباسی، حاجی شمن صاحب حلوائی کے صاجزادے تھے، جس طرح حاجی شمن صاحب نے دینی اور قومی تحریکات میں علماء حق کا ساتھ دیا، جب کہ حاجی صاحب کا دلی میں طوطی بولتا تھا، اسی طرح ان کی اولاد نے افلاس اور غربت کے باوجود ملی کاموں میں بھرپور حصہ لیا۔

● حاجی محمد صدیق صاحب کراچی والے، پھاٹک حبش خاں میں آخر وقت تک ڈٹے رہے، بڑے بڑے جھٹکے فرقہ پرستوں کے جھیلے محلہ کو آباد رکھا، اہل حدیث مساجد اور مدرسہ میاں صاحب کو دوبارہ رونق دینے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے۔

● قاری محمد ادریس صاحب امام مسجد جامع نئی دہلی، اپنی وضع کے دیندار اور خود دار آدمی ہیں، ہنگامی دور میں موتی مسجد کناٹ پیلس کو خدا کے نام سے آباد رکھا، پھر جامع مسجد نئی دہلی کے امام ہو گئے۔ —————— ● حاجی بشیر الدین ٹرنک والے، احاطہ انجن بی رودگران، مجلس احرار اور جمعیۃ و کانگریس کے کارکن تھے، حاجی صاحب نے بگڑے ہوئے حالات میں بڑی خدمت کی۔ ● حکیم عبدالرحیم خاں صاحب شریفی، حکیم صاحب تعمیری صلاحیتوں میں خاندانِ شریفی کی یادگار تھے۔ فنِ طب میں حذاقت کے ساتھ سماجی کاموں میں مسلمانوں کی اعانت کرنے کا خاص ذوق رکھتے تھے۔

—————— ● حاجی محمد یوسف تاروالے ترکمان گیٹ، دینی کاموں میں بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ مالی تعاون کرتے ہیں، جامعہ رحیمیہ کے ساتھ خاص تعلق ہے، گنگوہ جاتے ہوئے ایک حادثہ میں ان کے ہونہار لڑکے اور چند احباب شہید ہو گئے۔ حاجی صاحب کو خدا تعالیٰ نے بڑے صبر سے نوازا۔

جماعت ولی اللہی سے فکری اور عملی تعلق رکھنے والے یہ چند بزرگوں اور انسانیت نوازوں کا مختصر تذکرہ ہے، تاکہ تاریخ ان یادگار ہستیوں کو محفوظ رکھے۔

—————— ● خواجہ ہلال احمد قطبی، جب تمام پیرزادے حضرت قطب صاحب کی درگاہ کو چھوڑ کر چلے گئے اس وقت انہوں نے درگاہ کی حفاظت کی۔ ● خواجہ حسن ثانی صاحب، شریف باپ کے شریف بیٹے، خواجہ حسن نظامی مرحوم کی روحانی اور اخلاقی روایات کے حامل۔ ان کے علاوہ ملک اور بیرونِ ملک میں تحریک ولی اللہی سے فکری اور عملی تعلق رکھنے والے ہزاروں اہل علم اور مجاہد بکھرے ہوئے ہیں ان سے معذرت کے ساتھ یہ تذکرہ ختم کیا جا رہا ہے۔